

پاکستانی پریزنٹ

ایم۔ اے راحت کی عمران سیریز

پاکستانی پریزنٹ پتالوت کے قیدی



احمد برادرزہ اردو بازار، کراچی

پبلشرز — شریف احمد
مطبع —
تعداد — ایک ہزار
قیمت — چار روپے پچاس پیسے

رفتار بتانے والی سوئی ساٹھ ستر کے درمیان لہڑنے لگی اور فیاض نے کنگھیوں سے سیکر ٹری کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیونکہ وہ لڑکی کے چہرے پر ہلکے سے خوف کے آثار دیکھ چکا تھا۔ اس بات پر اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ اس سے زیادہ رفتار پر کار دوڑانے کی خود اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ اگر لڑکی اس رفتار سے بھی متاثر نہ ہوتی تو یہ فیاض کی بد قسمتی تھی۔

وجہ عام تھی۔ اس نے حسب عادت نئی سیکر ٹری اپائنٹ کی تھی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ ہر چھ ماہ کے بعد سیکر ٹری بدل دیا کرتا تھا۔ زندگی میں یہی ایک چارم تھا۔ پرانی بیوی کی شکل دیکھ کر آکھوں میں رتوند آنے لگی تھی۔ لیکن ظاہر ہے وہ بدلی نہیں جاسکتی تھی۔ البتہ سیکر ٹری بدلنے کا تو حق تھا۔ اور وہ اس حق کو پوری طرح استعمال کرتا تھا۔ پرانی سیکر ٹری کو سبکدوش ہوئے صرف ایک ہفتہ ہوا تھا کہ نئی سیکر ٹری مل گئی اور ظاہر ہے فیاض نے اسے کم از کم ڈیڑھ دو جن لڑکیوں میں انتخاب کیا تھا۔

وہ نسلاً اینگلو انڈین تھی۔ لیکن اس کا رنگ دودھ اور میدے کی آمیزش سے تیار کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ نقش و نگار بھی سبک اور تیکھے تھے۔ آنکھیں سیاہ اور نوکدار تھیں۔ غرض وہ فیاض کے معیار حسن پر پوری اترتی تھی۔ اور فیاض نے اس سے سوچ کر بلاز مار کر اٹھا

کہ وہ ایک سال نکال سکتی ہے۔

اسے ملازم ہوئے تیسرا دن تھا۔ اور پہلے دو دن فیاض نے مختلف انداز سے اس پر اثر ڈالنے میں گزارے تھے۔ اس درمیان میں وہ لڑکی کے نیچر کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتا رہا تھا۔ اور جو کچھ اندازہ اس نے لگایا وہ تسلی بخش تھا۔ پھر وہ تیسرے دن اس نے باقاعدہ پروگرام بنا ڈالا۔ پرانے ریکارڈ سے ایک فائل نکالی اور اسی پر کام کرنے کی ٹھانی۔ اس فائل کے مطابق اسے معلومات حاصل کرنے کے لئے نزدیکی قصبہ جانا تھا۔ جو نہایت پر فضا جگہ تھی۔ اس نے سیکرٹری کو طلب کیا۔ اور فائل اس کے حوالے کر دی۔ اس میں سے دو ایک کاغذات کی نقل بھی تیار کرانی تھی۔ جیسے سیکرٹری نے آدھے گھنٹے میں تیار کر لیا۔ کیونکہ وہ ابھی تک صاحب کے مزاج کا اندازہ نہیں کر سکی تھی۔ اگر صاحب کے مزاج کا اندازہ ہو چکا ہو تا تو ان کاغذات کی نقل کرنا کم از کم تین دن کا کام تو تھا ہی۔ وہ نقول لے کر فیاض کے کمرے میں پہنچ گئی۔

اوہ۔ نقل تیار ہو گئیں مس منزا۔ فیاض نے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

جی ہاں جناب! لڑکی نے ادب سے جواب دیا۔

”مجھے پھرتی سے کام کرنے والے لوگ پسند ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ترقی کر سکیں گی۔“

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کاغذات فیاض کی طرف بڑھا دیے اور فیاض انہیں لے کر دیکھنے لگا۔ لیکن وہ کاغذات نہیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ اپنے چہرے کے اتار پٹھاؤ کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاکہ لڑکی زیادہ سے زیادہ متاثر ہو سکے۔

تشریف رکھے مس منزا۔ میں اپنے ماتحتوں سے بہت جلد بے تکلف ہو جاتا ہوں۔ اور عموماً انہیں میرے پاس بیٹھنے کے لئے اجازت طلب نہیں کرنی پڑتی۔ اس نے کہا اور لڑکی بیٹھ گئی۔

فیاض نے کاغذات ایک نئے فائل کوڑ میں لگائے اور پر خیال نگاہوں سے لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ لڑکی نے نگاہیں جھکالی تھیں۔

”آپ اینگلو انڈین ہونے کے باوجود بڑی سادہ فطرت کی مالک ہیں مس منزا۔ میرا یہی خیال ہے۔ وہ کہنے لگا۔“ دراصل مجھے فیس ریڈنگ کا ضبط بھی ہے۔ آپ میری گفتگو سے بے یار تو نہیں ہو رہی ہیں؟

”اُدھ۔ نہیں جناب۔“ لڑکی پہلی بار بولی۔ آپ جیسے مہربان آفیسر خوش قسمتی سے ملتے ہیں؟

”میں شکریہ مزدور ادا کروں گا۔ میں اپنے دل میں اپنے ماتحتوں کے لئے محبت رکھتا ہوں۔“ فیاض بولا۔ اور پھر چونک کر کہنے لگا۔ آپ مصروف تو نہیں ہیں۔؟

”جی....! لڑکی اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”میرا مطلب ہے کوئی ذاتی مصروفیت۔ میں نزدیکی قبضے راول جا رہا ہوں۔ لہذا آفس میں تو کوئی کام نہ ہوگا۔ اگر آپ ذاتی طور پر مصروف نہ ہوں تو ذرا میرے ساتھ چلے۔“

”جی کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے! لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

بس تو پھر اٹھئے! ایک خاص سلسلے میں تحقیقات کرنی ہے۔ اور پھر راول یوں بھی بڑی برفضا جگہ ہے۔ فیاض نے کہا۔ اور لڑکی تیار ہو گئی۔ پہلے پھر فیاض اسے اپنی

کام میں لے کر راول چل پڑا۔ لڑکی آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی تھی۔ اور فیاض اتنا چاہتا بھی نہیں تھا۔ سیکرٹریوں کے بارے میں اس کا اصول تھا کہ وہ اسے اپنا آفیسر تسلیم کرتے ہوئے یہ محسوس کریں کہ وہ ایک دلچسپ اور مہربان آفیسر ہے اور اس سے بے تکلف بھی ہوا جاسکتا ہے۔

راول جا کر فیاض نے ضروری معلومات حاصل کیں۔ یوں بھی وہ حکمہ سر اغسانی کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اس لئے راول پولیس اسٹیشن پر اس کی آمد سے تھلک مچ گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فیاض کی پوری پوری کوشش رہی تھی کہ لڑکی کو زیادہ سے زیادہ متاثر کرے اور اپنی اس کوشش کو کامیاب پارہا تھا۔ لڑکی کے چہرے پر ہلکے سے فخر کے تاثرات نظر آنے لگے تھے۔ اور فیاض کے خیال کے مطابق یہ فخر اسی بات پر تھا کہ وہ ایک اتنے بڑے آدمی کی سیکرٹری ہے۔

راول پولیس اسٹیشن کے انچارج نے ان لوگوں کی بہترین خاطر مدارات کی اور فیاض سے درخواست کی کہ وہ ایک آدھ دن یہاں قیام کرے اس نے شکار وغیرہ کا پروگرام بھی پیش کیا تھا۔ لیکن فیاض نے اس سلسلے میں مصدقہ کر لی۔ اس نے کہا کہ اس کی سیکرٹری کو گھر واپس جانا ضروری ہے۔ اس لئے پھر کبھی سہی۔

شام راول میں ہی ہو گئی تھی۔ اور فیاض نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ لڑکی ابھی تک بے چین تو نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اپنے باس کے ساتھ تھی اس کے چہرے پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہلکی سی تبدیلی پیدا ہونے لگی تھی۔

وہ مس منزا۔ نکتہ نہ کریں۔ آپ کو وقت پر گھر پہنچا دینا میرا کام ہے۔ فیاض نے مسکراتے ہوئے اسے تسلی دی۔ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر جھپٹے سے کچھ پہلے

فیاض وہاں سے چل پڑا۔ قصبہ سے نکلتے ہی اس نے اپنی ڈرائیونگ کا مظاہر شروع کر دیا اور کار رفتار بگڑتی گئی۔ فیاض کنگھیوں سے لڑکی کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ جو اس تیز رفتاری سے زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اور وہ رفتار بڑھاتا رہا۔ اور خود اس کا چہرہ دھواں ہوتا رہا۔ کیونکہ اس سے زیادہ تیز ڈرائیونگ وہ نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر جب سوئی ساٹھ ستر کے درمیان پہنچی تو وہ کامیاب تھا۔ کار ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ اور فیاض اپنی پوری ذہنی اور جسمانی قوت اسٹیرنگ پر صرف کئے ہوئے تھا اسی درمیان اس نے لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے۔ وہ اس تیز رفتاری سے متاثر نظر آ رہی تھی۔ لیکن منہ سے نہ بولی۔

کار اسی طرح دوڑتی رہی۔ فیاض خود بھی اپنا ذہن اسٹیرنگ پر متوجہ رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے لڑکی سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور پھر انہیں دور سے دارالحکومت کی اونچی روشتیاں نظر آنے لگیں۔ فیاض نے رفتار آہستہ آہستہ کم کرنا شروع کر دی۔ کیونکہ اب ٹریفک شروع ہو گیا تھا۔ لڑکی کا چہرہ ہر سکون ہوتا چلا گیا۔

اور اب وہ شہر سے صرف چند میل دور تھے۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے ایک موڑ پر گھومتے ہی یکایک فیاض کو کار کے بریک دبانے پڑے کیونکہ سڑک تقریباً بند ہو گئی تھی۔ فیاض کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ لیکن پھر وہ آہستہ سے چونک پڑا۔ قریب سے دیکھنے پر وہ سفید چیز تابوت خاصہ وق معلوم ہوا

”یہ کیا ہے جناب! لڑکی نے لب کشائی کی۔“

”آؤ دیکھیں! فیاض کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے بولا۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے پیچھے اتر آئی۔ فیاض نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ عقلمندی کا تقاضا بھی

بھی یہی تھا۔ اب وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ ان تابوتوں کی سڑک کے عین درمیان موجودگی کو کوئی عام واقعہ سمجھ لیتا۔ یقیناً کوئی گر بڑھتی۔ بعض لوگوں کے مقدر میں مکھی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے آپ کو ایک ٹیپوز کرنے کے لئے پستول نکال لیا تھا۔ لڑکی بھی اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر حسمطاب ہو گئی۔

”کوئی خطرہ ہے جناب۔ وہ فیاض کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

”ممكن ہے! فیاض مختصر الجولا اور ان تابوتوں کے قریب پہنچ گیا۔ دو تابوت

تھے۔ جو سڑک کی چوڑائی میں لمبے لمبے پڑے تھے۔ کافی خوبصورت اور قیمتی تالیوت تھے۔
لیکن کیا یہاں موجود گی۔۔۔۔۔؟

فیاض حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ان کے یہاں ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ کوئی راستہ یہاں سے کسی قبرستان کی طرف نہیں جاتا تھا جو یہ اندازہ کر لیا جاتا کہ یہ کسی گاڑی سے گر گئے ہیں۔

”گر گئے ہیں۔ لیکن ان کی پوزیشن سے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ یہ گرے ہیں کیونکہ کوئی گری ہوئی چیز اتنی نفاست سے نہیں گرتی۔ اور پھر سڑک کی پوری چوڑائی میں..... گرنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا..... پھر کون انہیں اس طرح لہک گیا ہے۔“

”اطراف سے مطمئن ہو کر فیاض ان کے قریب اڑتوں بیٹھ گیا اور غور سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ میں پستول تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ایک تابوت کا ڈھکنا کھول دیا۔ لڑکی کی ہلکی سی چیخ نکل گئی جسے اس نے فوراً خلق میں ہی دبا لیا تھا۔

تاہوت میں ایک لاش موجود تھی۔ کفن سے یہ نیاتہ۔ برہنہ لاش۔ کوئی متدرست و توانا نوجوان تھا۔ جسکا پورا جسم دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے جسم سے خون

کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا ہو۔ فیاض اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ بظاہر اس کے اوپری جسم پر کسی زخم کا نشان بھی نہیں تھا جس سے اندازہ ہوتا کہ اسے قتل کیا ہے۔ نیچے کے جسم کا بغیر ہلائے جلانے پتہ نہیں چل سکتا تھا۔

اندھیرا پوری طرح مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ فیاض اس جگہ سے اٹھ کر دوسرے تابوت کے قریب پہنچا۔ دوسرے تابوت کا ڈھکن بھی اسی طرح بند تھا۔ یعنی اس میں تالا وغیرہ نہیں موجود تھا۔ فیاض نے اس کا ڈھکن بھی اٹھا دیا۔ اس میں بھی ویسی ہی ایک لاش موجود تھی۔ لیکن فیاض کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ حالانکہ اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے لاش کے خدو خال دھندلے پڑ گئے تھے۔ لیکن ایک نظر انداز لگایا جاسکتا تھا کہ دونوں لاشیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ان کی جسامت اور چہرے کی تراش یکساں تھی۔ یہ بات بھی حیرت انگیز تھی۔ ظاہر ہے دوسرے تابوت کا بکس اس تابوت میں نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ فیاض اس جگہ سے بھی دیکھ سکتا تھا۔

فیاض کا ذہن پوری طرح الجھ گیا۔ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہونے کی حیثیت سے وہ اس معاملے کو نظر انداز کر کے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اور پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آنے والی مثال کے مصداق اس عجیب و غریب کیس کی پوزیشن ابھی سے نظر آ رہی تھی۔ یہ امکان بھی قوی تھا کہ چونکہ فیاض نے ہی ان تابوتوں کو دریافت کیا ہے اس لئے ان کی تفتیش بھی اسی کے ذمے رہے گی۔

تمام رومان چوہٹ ہو گیا تھا۔ اس خیال سے ایک مصیبت بلا وجہ گلے پڑ رہی تھی۔ حالانکہ ابھی تو نئے سیکرٹری کے ساتھ کھیلنے کھانے کے دن تھے۔ بہر حال اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب ان تمام باتوں کے سوچنے کے بجائے آئندہ تعلقات

کے بارے میں سوچنا تھا۔ اور ان تابوتوں کا کیا کیا جائے۔ دار الحکومت یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لئے پولیس کو بلایا جاسکتا تھا۔ اور پھر ابتدائی کارروائی یہی مناسب تھا۔ اس نے ایک منٹ تک کچھ سوچا پھر سیکرٹری کی طرف دیکھنے لگا

”کیا ہوا ہے مس منزا؟“

”جی میں کیا عرض کر سکتی ہوں۔! لڑکی لرزتی آواز میں بولی“

کیا آپ خوفزدہ ہیں؟

”نچ..... جی نہیں لیکن اس سے قبل مجھے ایسے واقعات سے کبھی سابقہ نہیں پڑا ہے۔ لڑکی نے جواب دیا۔

”اوہ! فیاض مسکرانے لگا۔ اس محکمے میں رہ کر آپ کو روزانہ ایسے واقعات سے سابقہ پڑتا رہے گا۔ اس ذہن اور دل کو مضبوط رکھیے۔

”میں یہی کوشش کر رہی ہوں جناب“

”صرف کوشش نہیں۔ بلکہ اسکا علی ثبوت دیجئے“

”جی!“

”ہاں آپ کا لیکر شہر جائیں سب سے قبل آپ کو جس جگہ ٹیلیفون نظر آئے وہاں سے ہمد کو اہ ٹرفن کریں۔ میرا حوالہ دے کر فنکر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ لارڈ فوڈ کو افر کے علاوہ ایک بڑی ایمبولنس کے لئے بھی کہیں تاکہ یہاں کارروائی شروع کی جاسکے اور ہاں ایمبولنس لے ساتھ سترج لائٹ ضرور ہوں۔ تاکید کر دیں۔ فیض نے کہا۔

”بہتر ہے لڑکی بولی۔ دیسے اسکے چہرے پر ہلکی سی ہچکچاہٹ تھی۔ اسکی وجہ شاید خوف ہو۔ وہ اتنی دور اکیلی نہ جانا چاہتی ہو۔ لیکن فیاض نے اس ہچکچاہٹ کا نوٹس نہیں لیا کیونکہ

اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ دونوں لاشوں کو چھوڑ کر جا نہیں سکتا تھا نہ ہی لڑکی ان کے قریب رہ سکتی تھی۔ لہذا یہی مناسب تھا کہ لڑکی شہر چلی جائے۔

اس نے لڑکی سے اسٹرنگ پر بیٹھنے کو کہا۔ اور ایک تابوت سیدھا کر کے کار کے دوسری طرف نکل جانے کا راستہ بنانے لگا۔ اور لڑکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لڑکی کے نکل جانے کے بعد اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکیٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ منتخب کرتے لگا۔



سگریٹ کے گہرے گہرے کش لیتے ہوئے وہ اس ناگہانی مصیبت کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے حالات کی ستم ظریفی پر ہنسی آرہی تھی پہلے تھے عشق کہنے، مصیبت لگے پر گئی۔ نہ سیکرٹری کو گھمانے کی سوجھتی اور نہ لیکن یہ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ کسی نہ کسی کو یہ لاشیں ضرور ملنی تھیں اور پھر معاملہ محکمہ سرائع رسانی تک جا ہی پہنچتا۔

لہذا یہ مصیبت تو مقدمہ تھی۔ اور پھر جیب مقدمہ ہی ٹھہرا تو گھبرانا یا پریشان ہونا بے کار تھا۔ وہ سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ اور ایک بار پھر وہ اٹھ کر ان تابوتوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

بات کسی ڈھب سے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اگر کسی نے انہیں قتل کیا تھا تو باقاعدہ تابوتوں میں رکھ کر سڑک پر کیوں ڈال دیا۔ لیکن دفن ہی کر دینا تھا یا پھر نہیں ممکن ہے قتل نہ ہو پھر معاملات بہت زیادہ الجھے ہوئے تھے۔ فوری طور پر فیصلہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کوئی عام واقعہ ہو۔ ممکن ہے یہ کسی حادثے کے تحت یہاں رہ گئیں ہوں۔

وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر لڑکے کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر اس سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ پولیس کے آنے تک اسے اسی طرح ان تابوتوں کی چوکیداری کرنی تھی۔ تابوتوں کا چوکیدار اس کے ذہن میں ایک جملہ گونجا اور وہ خود بخود مسکرانے لگا۔ پھر اس کا ذہن سیکرٹری کی طرف چلا گیا۔ خاصی لڑکی ہے۔ اس نے سوچا۔ انٹرویو کے وقت اس نے کارڈرائیونگ کے بارے میں پوچھا تھا اور لڑکی نے بتایا کہ وہ باقاعدہ ڈرائیونگ لائسنس رکھتی ہے اسی لئے اس نے اس وقت اس کو اپنی کار پر بھیج دیا تھا۔ ویسے وہ یہاں کی ریش ڈرائیونگ سے کافی مرغوب نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ دن بھر کے پروگرام..... فیاض ایک ایک پوائنٹ پر سوچنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے یقین تھا کہ لڑکی بھی اس کے بارے میں اسی انداز سے سوچ رہی ہوگی۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اسے دور سے کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئی۔ جو شہر کی طرف سے آرہی تھی اور وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ کوئی دوسری کار بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ کار اس کی نہیں تھی۔ لیکن منظر اسے ڈرائیو کر رہی تھی۔ اور چند منٹ کے بعد وہ فیاض کے قریب پہنچ گئی۔ انجن بند کر کے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آئی۔

”مجھے دیر تو نہیں ہوئی جناب؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں۔ ٹھیک ہے۔ فیاض نے جواب دیا۔ کام بن گیا۔

”جی ہاں۔ میں نے ایک پٹرول پمپ سے ہیڈ کوآرڈر فون کیا تھا۔ تمام ہدایات دیدی ہیں۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ لڑکی بھی خاموش تھی اور پھر وہ اس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ

دور سے ایمبولنس کی آواز نہ سنائی دینے لگی۔ چند ہی منٹ کے بعد ایک کار اور ایک ایمبولنس

نظر آئی جس کی نیلی اور سرخ روشنی جھماکے پیدا کرتی ہوئی آرہی تھی۔ اور پھر وہ ان کے قریب

پہنچ کر رک گئی۔ فیاض کے محکمے کے لوگوں نے اٹریاں بجا کر فیاض کو سلام کیا اور اس کے حکم انتظار کرنے لگے۔

”اس تابوت کو اس طرح سیدھا کرو۔ فیاض نے اس تابوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جیسے اس نے کار نکلنے کے لئے جگہ سے ہٹا دیا تھا اور اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ پھر اسی زاویے سے اس نے تابوت رکھوایا جیسے پہلے پڑا تھا۔ اور فوٹو گرافرز کو تابوتوں کے مختلف اطراف سے تصاویر بنانے کا حکم دیا۔

فلپس گن کے جھماکے ماحول کو ذمہ کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد فوٹو گرافرز اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ قدموں وغیرہ کے نشانات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک تو پچھڑے سڑک تھی اور پھر ظاہر ہے کسی قسم کے نشانات کہاں باقی رہے ہوں گے۔ لہذا فیاض نے دونوں تابوت حفاظت سے ایمبولنس میں رکھ دینے کا حکم دیا اور تابوت اٹھائے جانے لگے۔

فیاض نے اطراف کے ماحول پر نگاہ ڈالی اور اپنی گاڑی میں آبیٹھا اور پھر وہ بھی ایمبولنس کے ساتھ چل دیا۔ شہر میں داخل ہو کر اس نے منزل سے کہا۔

”آپ کو کافی دیر ہو چکی ہے۔ منی منرا۔ آپ جانتی ہیں اتفاق سے ایسا ہوا آپ واپس جاسکتی ہیں۔ بہتر ہے جناب۔ مجھے اتار دیں۔“

”اوہ۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ میں آپ کو آپ کے مکان پر چھوڑ دوں گا۔ فیاض جلدی سے بولا۔ اور پھر وہ کار کو اشارہ کر کے رکنے کیلئے کہنے لگا۔ کار رک گئی۔ ”تم لوگ پولیس ہسپتال پہنچ جاؤ۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ اس نے کہا اور موٹر کار موڑ دی۔

لڑکی کو چھوڑ دینے کے بعد وہ ہسپتال کی طرف چل دیا اور چند منٹ کے بعد ہسپتال پہنچ گیا۔ تابوت ایمبولنس سے اتار کر اندر پہنچا دیئے گئے تھے۔ اور پولیس کے چند سپاہی ان کے سر پر

بہرہ دے رہے تھے۔ ابھی ڈاکٹروں کو ان تک نہیں پہنچے دیا گیا تھا۔ فیاض کا انتظار تھا۔ فیاض کے پہنچ جانے کے بعد وہ لوگ تابوتوں کے گرد سے ہٹ گئے۔ اور فیاض ڈاکٹروں کی ٹیم کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ڈاکٹروں سے ان لاشوں کا معائنہ کرتے کیلئے کہا، اور ڈاکٹر ان پر جھک گئے۔ سامنے کے جسم پر کوئی نشان نہیں ملا۔ اس سے انہوں نے لاشوں کو تابوت سے نکلانے کی اجازت چاہی۔

میرا خیال ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے میں ابھی پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دوں گا۔ فیاض بولا۔ اور ڈاکٹر لاشوں کو تابوت سے نکلانے کا انتظام کرنے لگے۔

آپریشن ٹھیس میں تیز رفتاری سے چلی ہوئی تھی اور وہاں دن کا منظر تھا۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر اور نرسیں چاک و چوبند تھے اور کسی قسم کی بوریت کا ماحول نہیں تھا۔ لیکن فیاض نے جانے کیوں تھکن محسوس کر رہا تھا۔

چار آدمی تابوت کے دونوں طرف پہنچ گئے ایک لمبی میز دھکیل کر تابوت کے قریب کر دی گئی تھی۔ تابوتوں کے ڈھکنے کھلے ہوئے تھے۔ اور ان سے لاشوں کے سفید جسم نظر آرہے تھے۔ اور پھر سر ہانے اور پاؤں کی طرف کھڑے ہوئے آدمیوں نے ہاتھ بڑھا کر ایک لاش کو اٹھانے کی کوشش ہی کی تھی..... کہ ایک کمزور آواز سنا دی۔

”ٹھہریئے!“

وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ انہیں میں سے کسی نے یہ جملہ کہا ہے..... لیکن پھر سر ہانے کھڑے ہوئے ایک آدمی کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور وہ سب چونک پڑے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے تابوت میں لیٹی ہوئی لاش کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا تک رہے ہو۔ فیاض بھلا کر بولا۔ ویسے اس واقعے سے اس کے ہوش اڑے جا رہے تھے
 ”ہماری طرف ایک درخواست ہے ہمیں اس قید سے علیحدہ نہ کریں ورنہ ہم زندگی سے
 ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اور آپ ہماری موت کے ذمہ دار ہوں گے اس نے کہا اور آنکھیں بند
 کر لیں۔

سب حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ ان لوگوں کو یہ سب کچھ ایک بھیانک خواب
 معلوم ہو رہا تھا۔ ایک ناقابل یقین واقعہ۔

فیاض وہاں سے ہٹ کر دوسرے تابوت کے قریب پہنچ گیا۔ اس کا ڈھکن بھی کھلا ہوا تھا۔
 ڈاکٹر بھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور فیاض بھاری آواز میں بولا۔ ”کیا تم بھی زندہ ہو..... سنو...
 اگر تم زندہ ہو تو جواب دو..... ورنہ تمہارا پوسٹ مارٹم کر دیا جائے گا۔

نہیں، نہیں۔ لاش نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ ہم زندہ ہیں ہمارے جسموں کی حفاظت
 کر۔ ممکن ہے کبھی نو عین کو ہمارے اوپر رحم آجائے اور وہ ہمیں اس عتاب سے نجات دے دے
 دوسرے شخص نے کہا اور پھر فیاض کے استفسار پر اس نے بھی یہی کہانی سنائی۔ فیاض بری
 طرح الجھ گیا تھا۔ اسے اپنے دماغ کی چولیس ہلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس صدی میں ایسے عجیب
 و غریب واقعات ہر شخص کے ہوش اڑا دینے کیلئے کافی تھے۔

”آپ ان کا معائنہ کریں ڈاکٹر..... کیا ان کے دل و دماغ ٹھیک کام کر رہے ہیں۔
 فیاض نے ایک ڈاکٹر سے کہا اور ڈاکٹر ضروری آلات سے ان میں سے ایک لاش کا معائنہ کرتے لگا۔
 اس نے اپنے ساتھ چند مددگاروں کو بھی بلا لیا۔

”حیرت انگیز جناب۔ یا تو میں پاگل ہو گیا ہوں..... یا پھر یہ واقعات ہی پاگل کر دینے والے
 ہیں۔ ڈاکٹر بولا۔

”کیا بات ہے فیاض نے پوچھا“

”ان کا جسم مردہ ہے۔ سو فیصلہ مردہ۔ دل جگڑا اور جسم کے تمام اعضاء زندگی کی حرارت سے زردم ہیں اور انہیں دعوے سے مردہ قرار دیا جاتا ہے لیکن دماغ کی نسین صحت مند ہیں اور زردی طرح کام کر رہی ہیں۔ خون کی کمی سے نقاہت ہے ورنہ انہیں گردن سے اوپر بالکل صحت مند قرار دیا جاسکتا ہے۔“

”فیاض غیر یقینی انداز میں اسے دیکھنے لگا۔“

میں تحریری طور پر یہ بیان دے سکتا ہوں جناب..... یہ دنیا کا حیرت انگیز واقعہ ہے ایڈسائٹس اس کا کوئی حل تلاش کر سکے۔ لیکن عقل یہاں بیکار ہے۔ ڈاکٹر کہنے لگا۔
فیاض گردن جھٹکنے لگا..... ایک اور مصیبت پیدا ہو گئی تھی۔

”بھرا ب ان کے لئے کیا کیا جاسکتا ہے۔ فیاض نے ڈاکٹر سے پوچھا۔
”یہ ایک حیرت انگیز کیس ہے جناب ہم کسی قیمت پر ان کا پلو سٹ مارٹمن نہیں کر سکتے صبح کو لٹرشاہ صاحب ان کے معاملے میں کوئی مکمل فیصلہ دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نے جواب دیا۔
”صبح تک ان لاشوں کو اپنی تحویل میں رکھیں۔“

آپ حکم دیں گے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ویسے پولیس کے بھی کچھ جوان یہاں سنے چاہئیں تاکہ ان کی حفاظت کی جاسکے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا اور فیاض نے اس کی تجویز کو تسلیم کر لیا۔
”اختیاری نمائندوں کو ابھی ان کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنی چاہیئے..... فیاض ڈاکٹروں کو حکم دیا۔“

”بہت بہتر خاص خیال رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر نے اسے اطمینان دلایا اور فیاض اُلجھا وہاں سے واپس چل پڑا۔ چلنے سے پہلے اس نے چار مسلح کانسٹیبلوں کو ایک سب انسپکٹر

کی سرکردگی میں وہاں تعینات کر دیا۔



عمران اپنی مخصوص ٹیپ ٹاپ کے ساتھ ٹپ ٹاپ کے ڈانٹنگ ہال میں داخل ہوا اور درجنوں نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے جسم پر ٹیکنی کلر لباس تھا اور چہرے پر حماقتوں کی گھٹا تھی۔ اس کے ثنا سادل میں مسکرا اٹھے کیونکہ عمران کی موجودگی نت نئی دلچسپیوں کو جنم دیتی تھی۔ اور انجانے لوگ اس جو کرنا شخص کو دیکھ رہے تھے جو اپنی تمام تر حماقتوں کے ساتھ نہایت دلکش معلوم ہو رہا تھا۔

لیکن وہ ہوشمند دیوانہ اپنی طرف اٹھنے والی نگاہوں سے بے نیاز اپنی مخصوص میز کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کی چونڑھیائی ہوئی نگاہیں ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت سے لوگوں نے شناسائی کے انداز میں سر کو جھٹک دی۔ وہ اس طرح دیکھتا رہا جیسا آلو کو روشنی میں چھوڑ دیا گیا ہو اور اسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ اسے مخاطب کرنے والے جھینپی ہوئی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگے جو اس کی طرف سے لفظ نہ ملنے پر زیر لب مسکرا رہے تھے۔ بالکل اسی انداز میں جیسے بعض اوقات راستے میں مل جانے والے کسی شناسا کو دور سے دیکھ کر سلام کیا جائے اور ثنا سا سیاٹ نگاہوں سے دیکھتا ہوا گذر جائے اس کے بعد کی کیفیت بڑی مضحکہ خیز ہوتی ہے۔ سلام کرنے والا لایا تو سر کھچانے لگتا ہے یا پھر اس طرح سر جھڑتے لگتا ہے جیسے شہد کی مکھی بالور کے چھتے میں گھس گئی ہو۔ یا پھر ان لوگوں کی طرح جو دوسروں کے سلام لینے کے شوقین ہوتے ہیں راستے سے گزرتے ہوئے انہیں کوئی ثنا سا نظر آ جاتا ہے تو وہ سلام کے متوقع رہتے ہیں۔ اور جیسے ہی ثنا سا کا ہاتھ پیشانی کی طرف بڑھتا ہے وہ ہلکے سے مسکرا کر تھوڑی سی گردن جھکا کر سلام کا جواب دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں پتا چلتا ہے کہ ثنا سانس نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور صرف اے

اپنی پیشانی سے کھی اڑاتی تھی۔ شناسا گزر جاتا ہے اور وہ اس کی طرف دیکھنے کے بجائے ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں کہ کسی دوسرے نے تو انہیں نہیں دیکھا ہے۔

مہرہ حقیقت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے عمران کو دیکھ کر شناسائی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن عمران ان سب سے بے طیر اونٹ کی گردن اٹھائے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

ساما علیکم! عمران نے اسے سلام کر ڈالا۔

”وعلیکم سلام جناب۔ کیا پیش کردن ویٹر زربل مسکرا کر بولا۔ وہ سب اسے جانتے تھے۔

”ہاں جان نذر کرو۔ اپنی وفا پیش کرو۔ عمران نے اس انداز میں کہا جیسے باقاعدہ کسی چیز کا آرڈر دے رہا ہو۔

”وہ تو سب کچھ ہوٹل کی نذر کر چکا ہوں جناب! ویٹر بہت حاضر جواب تھا۔

”اوہ۔ تو پھر جو کچھ باقی بچا ہوا ہے وہ لے آؤ۔ عمران ہونٹ سیکڑ کر بولا۔

”ڈنر لیں گے جناب۔“

”پچھلے سال سے لینا چھوڑ دیا ہے کچھ اور لاؤ۔“

”ویٹر بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر جیسے اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب آگئی ہو۔

وہ گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ اور عمران بہت زیادہ مطمئن نظر آنے لگا۔ اس نے گردن کو جھکا لیا اور

انگلیوں سے میز پر طبلہ بجانے لگا۔ اس انداز میں جیسے لوگ بیکاروں کے شغل کے طور پر کچھ نہ کچھ

کرنے لگتے ہیں۔ لیکن پھر وہ باقاعدہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور سب انگلیوں کے ساتھ باقاعدہ

ہتھیلی تھاپ بھی پڑنے لگی تھی۔ میز نفیس قسم کے ساکوان کی لکڑی کی تھی۔ اس لئے اس سے اچھی خاصی

آواز بلند ہو رہی تھی۔ بہت سے لوگ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی نگاہوں میں حیرت

تھی۔ لیکن عمران بالکل استادوں کی طرح میز پر غصا پ دے رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کی گردن بھی ہلتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ آدھ کھلی آنکھوں سے کسی کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ اور طبلے کی دھن تیز ہو جاتی ہال میں دبے دبے قہقہے لگنے لگے۔ لیکن وہ محویت سے نہ چونکا۔ سپروائزر تیزی سے عمران کی طرف بڑھا لیکن اس کی شکل دیکھ کر کچھ دور ہی رک گیا۔ وہ اپنے آپ بھی تماشہ نہ بنانا چاہتا تھا۔ عمران سے یہاں کے تمام لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ وہ الجھن آمیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ قہقہے اب تیز ہو گئے تھے۔ اور چند سنجیدہ قسم کے لوگوں کے چہروں پر ناگواری کی شکلیں نظر آنے لگی تھیں۔

اور پھر اس ویٹر کو دیکھ کر سپروائزر کی الجھن کچھ کم ہوئی جو عمران کی میز سے آرڈر لے گیا تھا اور اب ٹرے میں کچھ رکھے ہوئے والیس آ رہا تھا۔
”سنو اس نے ویٹر کو روک کر کہا۔“

”ایس سزا ویٹر بولا۔ اس نے بھی شاید عمران کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔“

”اے روکو۔۔۔۔۔ کسی طرح۔ اس نے کلب کی تمام پریسٹج برباد کر کے رکھ دی ہے۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ میں کوشش کرتا ہوں جناب! ویٹر آگے بڑھ گیا اور پھر اس نے آئس کریم کا ایک بڑا

کپ عمران کے سامنے رکھ دیا۔۔۔۔۔ اور عمران نے انجان نظروں سے ویٹر کی طرف دیکھا۔

”تم کون ہو؟ اس نے ہاتھ روک کر پوچھا۔“

”آئس کریم صاحب“

”آئس کریم صاحب! عجیب نام ہے۔“

”میرا نام نہیں صاحب۔ آئس کریم ہے۔ اور میں ویٹر ہوں اس نے آئس کریم کے کپ کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”ایں..... ویٹر! اس نے چونک کر ماحول پر نگاہ ڈالی اور پھر ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
 رے باپ رے باپ..... لال..... لال..... اوہ..... اس نے جلدی سے اس کریم
 کا ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈال لیا اور پھر منہ بند کر کے بیٹھ گیا۔

ایک بار پھر قہقہے بلند ہو گئے تھے۔ لیکن عمران اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور اس کریم خود بخود گھل
 کر غلق میں پہنچتی رہی۔ پھر جب وہ ختم ہو گئی تو عمران نے اطمینان کا سانس لے کر منہ کھولا۔ جیسے
 اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہو۔ پھر وہ گردن جھکا کر اس کریم سے شغل کرنے لگا۔
 ”آج کل کے نوجوان دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے دیوانگی کی حدوں کو چھوئے لگے ہیں۔
 ایک معمر شخص نے اپنی بیوی سے کہا۔“

”ہاں میں اسی کا جائزہ لے رہی ہوں۔ بیوی نے جواب دیا اور اپنی جوانی اور خوبصورت
 لڑکی کی طرف کڑی نظروں سے دیکھنے لگی۔ جو عمران کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔
 ”اس کے علاوہ اس کا لباس۔ اس قسم کے اونچے کلب میں جب ایسی حرکتیں برداشت کرنے
 لگتے ہیں۔ معمر شخص پھر لوہا۔“

”نہیں ڈیڈ..... وہ یہاں مستقل ممبر ہے اور کسی کو اپنی طرف نہیں متوجہ کرنا چاہتا۔ وہ
 کرکٹ ہے اور ہمیشہ ہی اسی قسم کی حرکتیں کرتا رہتا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ میں اکثر یہاں آتی رہتی ہوں۔
 میں نے بار بار اسے دیکھا ہے۔ لڑکی نے کہا۔

تب تم اس کلب کی ممبر شپ فوراً ختم کر دو بے بی۔ یہ جگہ شریفوں کے لئے نہیں ہے جبکہ اس
 قسم کے لفنگے بھی یہاں آنے لگے ہیں۔ معمر شخص نے کہا۔

”وہ لفنگا نہیں بلکہ یہاں کے محکمہ سرخروسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔ لڑکی نے فخریہ لہجے
 میں بتایا اور دونوں میاں بیوی عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگے پھر انہوں نے معنی خیز انداز میں

ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

اُس کریم کے بہن سامنے سے ہٹائے گئے۔ اور عمران پھر کسی خیال میں گم ہو گیا۔ بیکاری کے دن ایسے ہی گزرتے تھے۔ کوئی کام نہ تھا۔ اس لئے آوارہ گردی ہو رہی تھی۔ اور ایسی شکل میں جو بات کھوڑی میں سما جائے۔ لیکن آج کل کھوڑی میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اور وہ کسی کٹے ہوئے تنگ کی طرح ادھر ادھر ڈول رہا تھا۔ جدھر منہ اٹھاتا نکل جاتا۔ آج ٹپ ٹاپ کا پروگرام بنا لیا تھا۔ اچھے خاصے لباس میں تھا۔ لیکن منک اٹھا اور ٹیکنی کلر لباس پہن لیا۔

کافی دیر تک وہ اس طرح بیٹھا رہا۔ پھر بل کی رقم ادا کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کا رخ گیمز روم کی طرف تھا۔ ایک گھنٹہ گیمز روم میں گزارنے کے بعد وہ پھر ہال میں واپس آ گیا۔ ہال میں اب موسیقی کی دھنیں تیرنے لگی تھیں۔ چند منٹ کے بعد رقص کا پروگرام شروع ہونے والا تھا۔ اور اب ریش پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا۔ عمران اپنی میز پر پھر آ بیٹھا۔ چند منٹ کے بعد جوڑے رقص گاہ کی طرف جانے لگے۔ اور عمران انہیں دیکھنے لگا۔ خود اسے رقص وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے وہ اپنی ہی جگہ پر بیٹھا رہا۔ لیکن دفعتاً اس کی نگاہ ایک جوڑے پر پڑی اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھوڑی سہلانے لگا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک ناممکن سی بات تھی۔ لیکن چونکہ نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس لئے یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

وہ بلیک زیریو تھا۔ ایک شاندار سوٹ میں میو س ایک حسین لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ بلیک زیریو اور رقص حیرت انگیز بات تھی۔ کیونکہ عمران ہی کی طرح بلیک زیریو کو بھی اس قسم کی مصروفیت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اور اس سے قبل عمران نے اسے کبھی رقص کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت بلیک زیریو تاج رہا تھا۔

عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پتہ نہیں بلیک زیر ورنے اسے دیکھا ہے یا نہیں۔ اس نے سوچا، بہر حال اس نے سوچا، بہر صورت گواہم بات نہیں تھی اس نے خود بھی رقص کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی پارٹنر کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اس کے رقص کیلئے معیاری پارٹنر کی ضرورت تھی۔ حالانکہ ہال میں ابھی بہت سی لڑکیاں خالی تھیں۔ لیکن اس کی نگاہ ایک میز پر بیٹھی ہوئی ایک موٹی مٹی سی ادھیڑ عمر عورت پر پڑی۔ جس کے ذہن میں شاید رقص کا تصور بھی نہیں ہو گا۔

وہ اپنی میز سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
 ”کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔ محترمہ!“ عمران جھک کر شائستگی سے بولا
 ”ایں..... عورت کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ پھر وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔ کاہے کو مسکھری کرتا ہے۔ ام ڈانس کرینگا۔

”ایک دم کریں گا۔ کیا ہم لوگ انسان نہیں ہے عمران کہ سی کیچ کر بیٹھ گیا۔
 ”مگر بابا۔ امارہ ایچ ڈانس کرنے کا نہیں“

”دل نہ توڑو۔ میں تمہارے ساتھ ہی ڈانس کروں گا۔ عمران چل گیا اور پھر اس نے بوڑھی کو اٹھنے پر مجبور کر ہی لیا۔ اور یہ جوڑا بھی آگسٹر کی دھن پر تھرکتا ہوا فلوئر پر پہنچ گیا۔ ایک پھر قہقہے ابل پڑے تھے لیکن ان سب سے بے پرواہ ہو کر اس کے ساتھ نایح رہا تھا۔

اور پھر اس کی نگاہ ایک اور جوڑے پر پڑی۔ جو بے جوڑ تھا۔ لڑکی نہایت خوبصورت اور نرم و نازک تھی لیکن مرد..... وہ تو کوئی دیو معلوم ہوتا تھا۔ قد ساڑھے چھ فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اور اسی تناسب سے جوڑا چمکے جسم۔ خدو خال خوبصورت ضرور تھے لیکن ان سے ایک عجیب کرختگی ٹپکتی تھی۔ جس نے اسے خطرناک شخصیت بنا دیا تھا۔ لڑکی اس

انتہائی مقابلہ ہوا۔ لیکن اتحادی فوج اپنے تین سو جوانوں سے ہاتھ دھونے کے باوجود اس پہاڑی پر قبضہ نہ کر سکی۔ پھر اتحادی طیارے وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے خوفناک بمباری کر کے اس پہاڑی کو تہس نہس کر ڈالا۔ بعد میں وہاں تلاش کی گئی تو صرف ستر آدمی نکلے جن کے پاس ایمنیشن بالکل ختم ہو چکا تھا۔ ان شرمیں سے صرف ایک شخص زندہ تھا۔ لیکن اس کے سر کا پچھلا حصہ بھی ہم سے تباہ ہو چکا تھا۔ نہ جانے کونسی قوت اس میں زندگی کی لہر دوڑائے ہوئے تھی۔ اسے فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ اپنی وردی پر لگے ہوئے نشانات وہ میجر کے رینک کا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہاں اور کوئی اس ہمدے کا نہیں تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہی اپنی فوج کو لڑا رہا تھا بہر صورت ڈاکٹر اس کی جان بچانے کی سر توڑ کوشش کرنے لگے۔ کیونکہ اس سے جرمن فوجوں کے راز معلوم ہو سکتے تھے۔ میں بھی تھوڑا سا زخمی ہو کر اس وارڈ میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں وہ شخص تھا مجھے اس کی پوری تفصیل معلوم تھی۔ اس لئے میں اس میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ اس کی چند خصوصیات نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ وہ جرمن ہونے کے باوجود جرمن معلوم نہ ہوتا تھا۔ شاید دو غلا تھا۔ دوسری بات یہ کہ سر کا آدھا پچھلا حصہ بالکل بیکار ہو جانے کے بعد بھی وہ زندہ تھا۔ بے ہوشی فروہ تھی لیکن..... ڈاکٹروں کو یقین تھا کہ وہ چمچ جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ صحیح الدماغ نہ رہ سکے۔ کیونکہ اس کا منہ تک متاثر ہوا تھا۔ بہر صورت وہ آٹھ روزہ تک اس ہسپتال میں بے ہوش رہا اور پھر ایک رات..... اسے اغوا کر لیا گیا۔ اسے اغوا ہی کیا جاسکتا تھا کیونکہ خود اس کے فرار ہونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اغوا کرنے والوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ حالانکہ وہاں اچھی خاصی فوج بھی تھی۔

لاکھ سربارنے کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اور اس دن کے بعد سے آج تک اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا گیا۔ لیکن..... پڑسوں قطعی اتفاقیہ طور پر میں ٹپ ٹاپ جانا نکلا..... اور

کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک سنگنل پیر اس کی ٹیکسی نکل گئی اور میں رک گیا۔ پھر اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ دوسرے دن بھی وہ ٹیکسی پر ہی واپس ہوا اور میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ لیکن اس دن بھی ایک سنان سڑک پر جارا ہوا تھا کہ ایک ٹیکسی اور ٹرک میں تصادم ہوتے ہوئے بچا اور ان دونوں نے سڑک گھیر لی دونوں کے ڈرائیور آپس میں لڑنے لگے۔ بمشکل تمام وہ دونوں راستے سے ہٹے۔ لیکن اتنی دیر میں ٹیکسی کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ بد قسمتی یہ کہ دونوں دن میں نے ٹیکسی کے نمبر دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور آج..... آج وہ ہوٹل سے نکل کر پارکنگ لان کی طرف گیا اور میں اس کے پیچھے ہی اٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ آج بھی وہ ٹیکسی استعمال کرے گا..... لیکن..... پارکنگ لان سے ایک کار نکلی اور آگے بڑھ گئی۔ میں دوڑتا ہوا اپنی کار تک پہنچا اور جب کار نکال کر باہر لایا تو دوسری کار کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آج بھی چوٹ ہو گئی۔ بلیک زیرو نے بتایا۔

”لڑکی تینوں دن اس کے ساتھ تھی، عمران نے پوچھا

”نہیں۔ صرف آج اسے دیکھا گیا تھا۔ اور وہ ساتھ ہی واپس گئی تھی۔ بلیک زیرو نے

جواب دیا۔ اور عمران گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔



رات رانا پولیس میں ہی گزاری۔ اور صبح ہوتے ہی وہ فلیٹ واپس چل دیا۔ فلیٹ میں داخل ہوتے ہی سلیمان نے اطلاع دی کہ کیپٹن فیاض دوبارہ فون کر چکا ہے

”کوئی پیغام دیا ہے؟ عمران نے پوچھا۔

”نہیں بس یہ کہا ہے کہ جس وقت آئیں انہیں فون کر لیں۔ سلیمان نے جواب دیا۔

عمران خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ فیاض کا صبح صبح فون کرنا معنی خیر تھا۔ کوئی خاں ہی بات ہوگی۔ اس نے فون پر فیاض کے بنگلے کے نمبر ڈائل کئے اور دسویں کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا

”ہیلو دوسری طرف سے آواز آئی۔ عمران فیاض کی آواز پہچان گیا تھا۔

”ناشتہ تیار ہے عمران نے پوچھا۔

”اوہ عمران! کیا تمہیں میرا پیغام مل گیا؟ فیاض نے لہک کر پوچھا۔

”ہاں۔ میں غور کر کے جواب دوں گا۔ عمران سنجیدگی سے بولا۔

”کیا مطلب۔ فیاض تعجب سے کہنے لگا۔

”بھئی پیغام وغیرہ کی باتیں ایسے نہیں ہوتیں یعنی کہ پٹ منگنی پٹ بیاہ عمران نے

جواب دیا۔

”اوہ۔ فیاض خواہ مخواہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ اگر تم ناشتہ کر چکے ہو تو میرا انتظار کرو۔ اور

اگر ناشتہ نہیں کیا ہے تو فوراً یہاں چلے آؤ میں تمہارا منتظر ہوں۔

”اوہ گڈ! گویا آج کل تم لوگوں کا ناشتہ کرایا کرتے ہو۔ بہر حال یہ ایک اچھی عادت ہے۔

میں نے پچھلے ہفتے سے ناشتہ نہیں کیا ہے اسلئے میرا انتظار کرو۔ عمران نے کہا۔

”او کے! آجاؤ۔ فیاض نے جواب دیا۔ اور فون بند کر دیا۔ عمران نے بھی رسید رکھ دیا تھا۔

رانا پولیس سے غسل کر کے چلا تھا۔ بس صرف لباس تبدیل کرنا تھا۔ جس میں اس نے صرف مین منٹ

صرف کئے، چوتھے منٹ وہ پھر فلیٹ سے نیچے اتر گیا اور پانچویں منٹ پر ٹوسٹر سرک پر دوڑ رہی

تھی۔ سترھویں منٹ پر وہ فیاض بنگلے کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

ٹوسٹر پور ٹیکو میں روک کر وہ نیچے اتر آیا۔ اور پھر اندرونی دروازے سے داخل

ہو گیا۔ فیاض اور اس کی بیوی ڈائننگ روم میں اس کے منتظر تھے۔ فیاض نے بڑی گرمجوشی

سے اس کا استقبال کیا۔ اس کی بیوی اس کے کبھی نہ آنے کی شکایت کر رہی تھی۔

”کاش میں ناشتہ کرنے سے قبل آپ کے سوالات کا جواب دے سکتا۔ عمران پیٹ

پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا:

”اوہ- اوہ- اوہ- تم نے واقعی ایک ہفتے سے ناشتہ نہیں کیا ہے۔ فیاض ہنتے ہوئے بولا۔ اور وہ ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ پھر عمران نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ اس دوران اس نے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے گردن جھکائے ناشتہ میں مصروف رہا۔ پھر چائے کے آخری گھونٹ کے بعد اس نے گردن اٹھائی۔ فیاض کی بیوی ناشتہ کے دوران اس کی سنجیدگی پر ہنس رہی تھی۔

”اب ہم لوگوں کو کچھ گفتگو کرنی ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو باہر چلی جاؤ“

”کوئی پرائیویٹ بات ہے۔“ فیاض کی بیوی نے پوچھا۔

”قطعی۔ اب یہ ناشتہ کی قیمت وصول کئے بغیر تھوڑی جانے دیں گے! بنیالکھی نقصان نہیں اٹھاتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”کوئی پرائیویٹ بات نہیں ہے اگر تم بول رہے ہو تو۔ فیاض اپنی بیوی سے بولا: اور پھر عمران کی طرف رخ کر کے بولا: ”مجھے یقین ہے کہ یہ قصہ تمہارے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔“

”بے شک بے شک! عمران نے صوفیانہ انداز میں گردن ہلائی۔“

”نہیں سنجیدگی سے سنو۔ اگر یہ خبر اخبارات میں آجاتی تو اس وقت آدھا شہر پولیس ہسپتال میں ہوتا۔ فیاض بولا۔ خود محکمہ سرانج رسانی کے ڈائریکٹر جنرل بنفس نفیس ان کا معائنہ کریں گے۔ عمران کچھ نہ بولا۔ سادہ سی نظروں سے فیاض کا چہرہ دیکھتا رہا جو سپنس پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

فیاض مکمل واقعات بتانے لگا۔ شاید لیڈی سیکرٹری کے تذکرے کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو وہاں سے ہٹانا چاہتا تھا۔ لیکن جب وہ وہاں سے نہ ہٹی تو وہ سیکرٹری کی بات گول

کر گیا۔ عمران تمام واقعات غور سے سن رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔
 ”اور پھر میں وہاں چند پولیس مینوں کو متعین کر کے واپس چلا آیا۔ اب میں نے صبح ہی صبح ڈاکٹر کو فون کیا اور ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ وہ بدستور اسی حالت میں ہیں۔ ان سے اگر گفتگو کی جائے تو وہ جواب دیتے ہیں ورنہ انکھیں بند کئے پڑے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر کئی بار ان کا معائنہ کر چکے ہیں لیکن ان کے جسم میں زندگی کے آثار نہیں ملتے۔
 فیاض خاموش ہو گیا۔

”ڈیدی سے کیا گفتگو ہوئی تھی؟“
 ”میں نے اس بارے میں انہیں رپورٹ دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ خود جا کر ان لوگوں کو ہسپتال میں دیکھیں گے۔ بات ہی حیرت انگیز ہے۔
 ہاں۔ ہے تو! عمران نے کہا۔

”یہ سوچو ان کا کیا کیا جائے گا۔ ظاہر ہے وہ زندہ ہیں نہ مردہ۔ نہ ہی ان کے جسموں کو پیر پھاڑ کر دیکھا جاسکتا ہے۔ پھر ان کا کیا کیا جائے گا۔۔۔۔۔ فیاض نے کہا۔
 ”ایک مجھے دلواد و اور ایک تم لے آؤ۔ عمران خلوص سے بولا۔
 ”کیوں۔ تم کیا کرو گے!“
 ”ٹکٹ لگا کر نمائش کریں گے۔ آج کل یوں بھی کر چکی ہے۔“

سنجیدگی اختیار کر دیا۔۔۔۔۔ یہ مسئلہ واقعی ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ وہ کمبخت مجھے ہی ملنے رہ گئے تھے۔ اب مجھے ہی ان کا شجرہ نسب معلوم کرنا پڑے گا۔
 ایک اور بات۔ کیا ان لوگوں کو کھانے پینے کی کوئی حاجت محسوس ہوتی ہے؟
 عمران نے پوچھا۔

قطعی نہیں! میں نے ڈاکٹروں سے معلوم کیا۔ انہوں نے کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک مردہ جسم میں غذا اٹھونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ خود ان لوگوں سے پوچھا گیا ہے تو انہوں نے مسکرا کر منع کر دیا۔

”ہوں! عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا: اب پھر کیا کیا جائے۔ ڈیڑھ میرے لئے کیا حکم ہے۔“

”کیا تم انہیں دیکھو گے!“

”تم کہو گے تو ضرور دیکھوں گا۔ مگر پھر تم تو عین کا پتہ لگانے کو نہیں کہو گے۔ کیونکہ میں آج کل خالص تجارتی موڈ میں ہوں۔ لیکن انہیں خرید کر پیاز کی کاشت کرانا چاہتا ہوں تاکہ مستقبل خوشگوار ہو جائے۔“

”تمہارے مستقبل کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ پرواہ مت کرو۔ فیاض اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ اس کی بیوی بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ بھی تو حیرت انگیز واقعات پر حیرت زدہ تھی۔ لیکن اس نے ان کی گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔“

”میں یونیفارم تبدیل کر لوں۔ تم جب تک ان سے گفتگو کرو۔ فیاض نے کہا۔ اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ عمران احمقوں کی طرح فیاض کی بیوی کی شکل دیکھتا رہا۔“

”اب تو آپ بھی شادی کر ہی ڈالئے عمران بھائی۔ فیاض کی بیوی بولی۔“

”اچھا! عمران نے گردن ہلائی۔“

مجھ سے کہیں تو میں کوئی خوبصورت سی لڑکی تلاش کروں۔“

”ارے ب۔ ہاپ رے۔ ہم میں کسی خوبصورت لڑکی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔“

”کیوں!“

”شادی کیلئے جتنی بد صورت بد شکل لڑکی ہو بہتر ہے۔ کئی فائدے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے اپنی بد صورتی کا احساس ہوتا ہے۔ اور وہ زیادہ نخرے نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ کہ رقیبوں سے نجات عام طور سے خوبصورت بیویوں کے لئے قتل ہوتے ہیں اور میں کسی لڑکی کیلئے قتل نہیں ہونا چاہتا۔ عمران کہنے لگا۔

فیاض کی بیوی ہنس پڑی ”آپ کی ہر منطق عجیب ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگی۔ اس وقت فیاض لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ اور عمران بھی اٹھ گیا اور پھر وہ دونوں اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ کر چل پڑے اور چند منٹ کے بعد اس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں وہ دونوں تابوت موجود تھے۔ تابوت کے قریب پولیس والے موجود تھے۔ ان علاوہ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ فیاض اس سے ان کی کیفیت پوچھنے لگا۔

ویسی حالت تھی۔ کوئی نئی بات نہیں پیدا ہوئی تھی۔ فیاض عمران کو لے کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا تم لوگ جاگ رہے ہو۔ اس نے تابوت کے اندر جھانک کر کہا اور تابوت میں لیٹے ہوئے شخص نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں کھوئی کھوئی کیفیت تھی۔

”سس ساما علیکم۔ عمران بے ساختہ بولا۔ اور پھر مصافحہ کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اندر ڈال دیا۔ لیکن اندر لپٹا ہوا آدمی غاموش نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

عمران نے چھپتے ہوئے انداز میں ہاتھ باہر نکال لیا تھا۔ اور پھر وہ فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

”اب آپ لوگوں کے لئے کیا کیا جائے۔ فیاض نے ان سے پوچھا۔

”ہم پہلے بھی درخواست کر چکے ہیں کہ ہمیں اس طرح رہنے دیا جائے شاید اسے

کبھی ہمارے اوپر رحم آجائے اور ہم اعلیٰ حالت میں واپس آسکیں۔ اگر ہمارے جسم تباہ ہو گئے تو ہماری موت کی ذمہ داری صرف آپ لوگوں پر ہوگی۔

”نوعین کے بارے میں کچھ اور بتاؤ گے؟“

”اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ وہ ہمارا آقا تھا اور ہم نے اس سے غداری کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”وہ زندہ ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ اور زندہ رہے گا، کیونکہ اس نے ابد الابد تک رہنے کا طریقہ دریافت کر لیا ہے؟“

”وہ کہاں رہتا ہے؟“

”ہر جگہ اس کی لاکھوں آنکھیں ہیں۔ لاکھوں جسم ہیں جو ہر جگہ اس کے مقادات کی نگرانی کرتے ہیں۔“

”تم یہاں اس ملک میں کب آئے کہاں کے باشندے ہو؟“ فیاض کوٹک کر بولا۔

”ہم کچھ نہیں جانتے، ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تو عین کے غلام ہیں اور ابھی ہم اس کے حکم سے زندہ ہیں۔ اسی کے حکم سے چلتے پھرتے ہیں۔ اس کا حکم ہی مانتے ہیں ہم نے خود سوچنے کی کوشش کی تو ہمارا برا حال ہو گیا۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے اور ہم سے کچھ نہ پوچھا جائے۔“

فیاض جھلائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت پولیس والوں نے بتایا کہ محکمہ سرانصرسانی کے ڈائریکٹر جنرل اور بڑے ڈاکٹر پہنچ گئے ہیں۔ وہ لوگ اسی کمرے کی طرف آرہے۔ اور فیاض سنبھل گیا۔ چند ہی منٹ کے بعد رحمان صاحب چند لوگوں کے

ساتھ اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ بہت سی ایڑیاں بچ اٹھی تھیں جن میں فیاض بھی شامل تھا۔ اور وہ رحمان صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

رحمان صاحب کی نگاہیں عمران پر پڑیں اور عمران نے جلدی سے سلام کر ڈالا۔ رحمان صاحب نے بھی بے ساختہ جواب دے دیا تھا۔ اور پھر وہ فیاض سے لاشوں کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ فیاض نے انہیں مکمل تفصیل بتائی۔ اور ہسپتال کے ڈاکٹروں کی رپورٹ دہرانے لگا۔ رحمان صاحب آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ان دونوں تابوتوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔ لاشوں کے برہنہ جسموں پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے انہیں مخاطب کر کے حکم سرائی کے ڈی جی کا تعارف کرایا اور ان لوگوں نے رحمان صاحب سے بھی درخواست کی۔

رحمان صاحب خود حیرت زدہ تھے۔ ان کے سامنے بھی دوسرے بڑے ڈاکٹروں نے ان کے جسموں کا معائنہ کیا اور یہی رپورٹ دی کہ ان کے جسم بالکل مردہ ہیں۔ اور ان میں زندگی کی کوئی رشتہ باقی نہیں ہے۔ رحمان صاحب بھی الجھ گئے تھے۔ دو لاشوں نے درخواست کی تھی کہ انہیں ان کی شکل میں رہنے دیا جائے۔ قانون کہتا تھا کہ ان کی درخواست قبول کی جائے لیکن عقل اس عجیب واقعے پر انگشت بندناں تھی۔ ہسپتال کے بعد رحمان صاحب وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے فیاض وغیرہ کو بھی اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ البتہ انہوں نے فیاض سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ ہی چلے اور فیاض نے مجبوراً عمران کو چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد عمران نے تابوتوں کو چاروں طرف سے غور سے دیکھا شاید تابوت بنانے والی کمپنی کا نام دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے یاد سی ہوئی۔ کوئی نام نہیں تھا۔ بہر صورت صورتحال دلچسپ تھی۔ اور عمران اس سلسلے میں دلچسپی لے سکتا تھا۔ لیکن بلیک زیرو والا معاملہ اس سے زیادہ اہم تھا۔ اگر بلیک زیرو کا خیال درست تھا تو اس آدمی کی یہاں موجودگی حیرت انگیز

تھی۔ وہ نسلا جبر میں تھا۔ اور پھر اس کی جو پوزیشن تھی وہ سنسنی خیز تھی۔

اس کے بارے میں سب سے پہلے معلومات حاصل کرنی چاہیگی تھیں اور ان لاشوں کا معاملہ بعد میں بھی دیکھا جاسکتا تھا۔

وہ خود بھی ہسپتال کی عمارت سے نکل آیا۔ اور پھر اس ٹوسیٹر سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ ٹوسیٹر بے مقصد سڑکوں پر گھومتی رہی۔ اور پھر اس نے اسے ایک ہوٹل کے سامنے روک دیا۔ ہوٹل میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف کرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا اور پھر فیاض کے آفس کی طرف چل پڑا۔

”یاہر سے ہی معلوم ہو گیا کہ فیاض آفس میں موجود ہے اور وہ سیدھا اسکے آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔“

”میں نے سیما کو قون کیا تھا۔ کہاں رہے اس دوران میں۔ فیاض نے اسے دیکھتے ہی کہا۔“
”میں خود بھی اپنے لئے ایک ایسا ہی مالبوت تلاش کرنا پھر رہا تھا جس میں لیٹ کر کھانے پینے کی فکر نہ رہے بس مزے سے سوتے رہو۔“

”یار..... دنیا کا حیرت انگیز واقعہ ہے!“ تمہارا کیا خیال ہے۔

”میں تم سے متفق ہوں۔“

”کوئی اندازہ لگایا؟“

”اس طرح کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟“

”ہاں۔ عقل بھی حیران ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔“

”ڈیڈی جان نے کیا حکم فرمایا۔“

”انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں سائنس لیبارٹری کے سپرد کر دیا جائے وہ ان کے بارے

میں رپورٹ دے۔ ان کے جسم تابوت سے نکالیں گے۔ لیکن انہیں زندہ رکھنے کی ذمہ داری
لیبارٹری کے کاندود پر ہوگی۔ یعنی اگر ان کے جسم باہر نکالنے سے انہیں کوئی نقصان پہنچتا ہے
تو انہیں اسی طرح رہنے دیا جائے۔ فیاض نے بتایا۔

”پھر تمہیں کیا تکلیف ہے ڈیئر“

”سب سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ وہ مجھے ملے تھے۔ اور۔۔۔۔۔“

”یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہاں تم نے یہ نہیں بتایا کہ جب یہ ملے تو تمہارے ساتھ کون

تھا۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا؟ فیاض میرے سے بولا۔

”تم عقلمند ہو۔۔۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ظاہر ہے تم انہیں وہاں چھوڑ کر فون کرنے نہ

دوڑے گئے ہوتے۔ میں نے یہ وضاحت اس لئے نہیں کی تھی کہ تمہاری بیوی موجود تھی۔

”تمہارا خیال درست ہے میں نے ابھی نئی سیکرٹری رکھی ہے۔ فیاض جھپٹتے ہوئے لمبے میں بولا۔

اور عمران طویل سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

بلیک زیرو نے ٹپ ٹاپ ٹپ ٹاپ کے کپاؤنڈ میں کاررو کی اور نیچے اتر آیا۔ اس نے
پارکنگ لان میں کھڑی ہوئی کاروں پر نگاہ دوڑائی۔ اور اسے عمران کی ٹوسیٹر نظر آگئی۔ اس نے اطمینان
سے گردن ہلائی اور آگے بڑھ گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ہال میں داخل ہو رہا تھا اس نے سرسری سی
نگاہ چاروں طرف ڈالی اور ایک میز منتخب کر کے اس کی طرف بڑھ گیا۔

میز پر بیٹھ کر اس نے ٹپک طویل سانس لی اور ہال میں نگاہ دوڑانے لگا۔ عمران اپنی
مخصوص میز پر نظر آیا۔ لیکن طویل القامت ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اس نے ویٹر کو کافی کا آرڈر
دیا اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ اس کے جسم پر نفیس تراش کا سوٹ تھا۔ اور وہ ہمیشہ کی

طرح کافی اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔

ویٹرنے کافی کے برتن میز پر لگا دیئے اور بلیک زیر و اس کی طرف متوجہ ہو گیا پھر اس نے کافی بنا کر اس کا پہلا ہی گھونٹ لیا تھا کہ طویل القامت ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ وہی لڑکی اس کے ساتھ تھی جو پچھلے روز اس کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ لڑکی بے حد حسین تھی بہت سے لوگ انہیں دیکھنے لگے۔

طویل القامت ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ اتفاق سے وہ میز عمران کے بالکل سامنے اور اس سے بہت قریب تھی۔ بلیک زیر و دل میں مسکرا اٹھا۔ اور پھر وہ اطمینان سے چائے سے شغل کرنے لگا۔ اس کی نظر ہال کا جائزہ لینے لگیں یہاں وہ طویل القامت کے ساتھیوں کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ان لوگوں میں کوئی ایسا نظر نہ آیا جس پر اس قسم کا شبہ ہو سکتا؟ اس کی نگاہ عمران کی طرف اٹھ گئی اور ایک بار پھر اس کے ہونٹ مسکرائے تھے عمران طویل القامت کی ساتھی لڑکی کی طرف متوجہ تھا۔ اور لڑکی بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ طویل القامت کسی دوسری طرف متوجہ تھا۔

اور لڑکی نے عمران کو کسی قسم کا اشارہ کیا۔

”بہت چالاک ہے!“ بلیک زیر و نے عمران کے بارے میں سوچا۔ لڑکی کے معاملے میں وہ خود کو بالکل بدھو پوز کرتا ہے۔ لیکن ضرورت کے وقت وہ کسی بھی لڑکی کو احمق بنا سکتا ہے۔ ویسے بھی اس وقت عمران بہت پرکشش نظر آ رہا تھا اس کے جسم پر آج سلیقے کا لباس تھا اور چہرے پر بھی حماقت کے بجائے معصومیت پھیلی ہوئی تھی۔

وہ دونوں ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق آئے تھے۔ عمران نے کہہ دیا تھا کہ آج وہ اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کرے بعد کے حالات وہ خود دیکھ لے گا۔

بلیک زیروہ کا فی بیٹا رہا اور پھر رقص کیلئے موسیقی شروع ہو گئی۔ جوڑے ایک دوسرے سے رقص کی درخواست کرنے لگے اور کمر میں ہاتھ ڈال کر چوٹی فرش کی طرف بڑھنے لگے۔ اسی وقت بلیک زیروہ نے عمران کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا وہ لڑکی کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے جھک کر لڑکی سے شاید رقص کی درخواست کی۔ لڑکی اپنی ساتھی کی طرف دیکھنے لگی اور طویل القامت گہری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا پھر شاید اس نے لڑکی کو اجازت دے دی۔۔۔ اور لڑکی عمران کے ساتھ اٹھ گئی۔ عمران اس کے چوٹی فرش کی طرف بڑھ گیا۔

”اب وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں سے اسے شیشے میں اتار لے گا۔ بلیک زیروہ نے سوچا اسی وقت ایک خوبصورت لڑکی اس کے قریب پہنچ گئی۔

”میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتی ہوں“

”عزیز کر سکتی ہیں محترمہ۔۔۔۔۔ لیکن میری بدقسمتی ہے کہ آج میرے پاؤں کی نس میں گڑ بڑ ہو گئی ہے میں رقص نہ کر سکوں گا! بلیک زیروہ نے جواب دیا۔

”اوہ! لڑکی آگے بڑھ گئی۔

بلیک زیروہ طویل القامت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔۔۔۔۔ اس سے کسی لڑکی نے رقص کی درخواست نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ رقص کرنے کے موڈ میں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی نگاہیں عمران پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا اور جوڑے میزوں کی طرف جانے لگے۔ عمران نے بھی لڑکی کو چھوڑ دیا اور اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس دوران میں اس طویل القامت نے ایک بار بھی بلیک زیروہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات بھی تھوڑی سی الجھن آمیز تھی۔ کیا وہ واقعی اس سے بے خبر ہے یا بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

کافی دیر گزر گئی اور پھر دوسرا راؤنڈ شروع ہو گیا۔ بلیک زیرو نے تیزی سے طویل القامت کی ساتھی لڑکی اٹھتے ہوئے دیکھا وہ عمران کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اور پھر اس نے عمران کو لڑکی کے ساتھ دیکھا وہ رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو گئے تھے۔

طویل القامت خود بیٹھا رہا تھا۔ بلیک زیرو بھی اپنی جگہ پر جا رہا۔ اس نے اس بار بھی اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔۔۔ رقص ہوتا رہا اور بلیک زیرو کبھی عمران اور کبھی طویل القامت کو دیکھتا رہا۔۔۔۔۔ طویل القامت اب بھی غور سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

اور پھر دوسرا راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔ جوڑے واپس میزوں کی طرف آنے لگے۔ لیکن اس بار لڑکی عمران کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اپنی میز کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور پھر وہ میز کے قریب پہنچ کر شاید طویل القامت سے اس کا تعارف کرانے لگا۔ طویل القامت نے عمران سے مصافحہ کیا۔ عمران کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر شرم کے آثار تھے۔ اور وہ شرمناک گفتگو کر رہا تھا۔ لڑکی کی نظروں میں پسندیدگی کے جذبات تھے اور طویل القامت کبھی کبھی عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگتا تھا۔

بلیک زیرو نے دوبارہ کافی طلب کی۔ اور اس میں مصروف ہو گیا اسے ان لوگوں کے اٹھ جانے کا انتظار تھا۔ عمران نے تیسرا اور آخری راؤنڈ بھی اس لڑکی کے ساتھ ناچا اور پھر ساڑھے گیارہ بجے طویل القامت اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ واپس جا رہا تھا اس نے عمران سے مصافحہ کیا اور لڑکی کے ساتھ باہر نکل گیا اس کے جانے کے چند سیکنڈ کے بعد ہی بلیک زیرو بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

لڑکی اور اس کا ساتھی ایک کار میں بیٹھ رہے تھے اور یہ کار بالکل نئی تھی۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اس کے نمبر ذہن میں محفوظ کر لئے اور پھر کار کے باہر نکل جانے کے بعد وہ بھی اپنی کار میں

بلکہ باہر نکل آیا۔ تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ اور بلیک زیرو منتظر تھا کہ وہ آج کس طرح اس سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

”وہ اگلی کار پرنکا ہیں جملے آگے بڑھ رہا تھا اسے علم تھا کہ عمران بھی پیچھے آ رہا ہوگا۔ عقب غائبینے میں پیچھے کسی کار کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ عمران ہی ہے اگر وہ اسے ڈاج دیں گے تو عمران انہیں پک اپ کرے گا۔ پروگرام یہی تھا۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ خیالات میں الجھ کر وہ یہ بھی فراموش کر بیٹھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔ کافی دیر کے بعد بھی جب کار نہ رکی اور نہ ہی کوئی خاص واقعہ پیش آیا تو اسے کسی بات کا احساس ہوا۔۔۔۔۔ اور وہ چونک پڑا۔ کار شہر سے باہر نکل آئی تھی۔ بلیک زیرو سنبھل گیا۔ وہ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ کیا کسی خاص راستے پر یا۔۔۔۔۔ انہوں نے آج اس سے ٹیپ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔“

اس نے جیب میں پستول ٹھولا۔۔۔۔۔ اور اس نکال کر ہاتھ میں دبالیہ۔ عمران کی کار اب بھی اتنے فاصلے سے آ رہی تھی۔ ویسے بلیک زیرو کے خیال میں عمران اس وقت غلطی کر رہا تھا۔ اسے ہیڈ لائٹس بجھا دینی چاہیے تھیں۔ ورنہ اس سنان سٹرک پر ان دونوں کاروں پر شبہ ہو سکتا تھا۔

اس کا شبہ درست نکلا۔ آگے جانے والی کار اچانک سٹرک پر آڑی ہو کر رک گئی۔۔۔۔۔ جیسے وہ ان کا راستہ روکنا چاہتے ہوں۔ اور پھر طویل القامت لڑکی کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ بلیک زیرو نے بھی اپنی کار روک دی تھی۔ لیکن وہ کار میں ہی بیٹھا رہا۔ طویل القامت آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کی کار کی کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا چاہتے ہو؟“ وہ غرایا۔

کافی دیر گزر گئی اور پھر دوسرا راؤنڈ شروع ہو گیا۔ بلیک زبرد نے تیزی سے طویل القامت کی ساتھی لڑکی اٹھتے ہوئے دیکھا وہ عمران کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اور پھر اس نے عمران کو لڑکی کے ساتھ دیکھا وہ رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو گئے تھے۔

طویل القامت خود بیٹھا رہا تھا۔ بلیک زبرد بھی اپنی جگہ پر جا رہا۔ اس نے اس بار بھی اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔۔۔ رقص ہوتا رہا اور بلیک زبرد کبھی عمران اور کبھی طویل القامت کو دیکھتا رہا۔۔۔۔۔ طویل القامت اب بھی غور سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

اور پھر دوسرا راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔ جوڑے واپس میزوں کی طرف آنے لگے۔ لیکن اس بار لڑکی عمران کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اپنی میز کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور پھر وہ میز کے قریب پہنچ کر شاید طویل القامت سے اس کا تعارف کرانے لگا۔ طویل القامت نے عمران سے معافی مانگی۔ عمران گریس پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر شرم کے آثار تھے۔ اور وہ شرانگشاں گفتگو کر رہا تھا۔ لڑکی کی نظروں میں پسندیدگی کے جذبات تھے اور طویل القامت کبھی کبھی عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگتا تھا۔

بلیک زبرد نے دوبارہ کافی طلب کی۔ اور اس میں مصروف ہو گیا اسے ان لوگوں کے اٹھ جانے کا انتظار تھا۔ عمران نے تیسرا اور آخری راؤنڈ بھی اس لڑکی کے ساتھ ناچا اور پھر سادھے گیا۔ جب طویل القامت اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ واپس جا رہا تھا اس نے عمران سے مصافحہ کیا اور لڑکی کے ساتھ باہر نکل گیا اس کے جانے کے چند سیکنڈ کے بعد ہی بلیک زبرد بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

لڑکی اور اس کا ساتھی ایک کار میں بیٹھ رہے تھے اور یہ کار بالکل نئی تھی۔۔۔۔۔ بلیک زبرد نے اس کے نمبرز ان میں محفوظ کر لئے اور پھر کار کے باہر نکل جانے کے بعد وہ بھی اپنی کار میں

بلا میں باہر نکل آیا۔ تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ اور بلیک زیرو منظر تھا کہ وہ آج کس طرح اس سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

”وہ اگلی کار پر ننگا ہیں جلے آگے بڑھ رہا تھا اسے علم تھا کہ عمران بھی پیچھے آ رہا ہوگا۔ عقب نما آئینے میں پیچھے کسی کار کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ عمران ہی ہے اگر وہ اسے ڈاج دیں گے تو عمران انہیں پک اپ کرے گا۔ پروگرام یہی تھا۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ خیالات میں الجھ کر وہ یہ بھی فراموش کر بیٹھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔ کافی دیر کے بعد بھی جب کار نہ رکی اور نہ ہی کوئی خاص واقعہ پیش آیا تو اسے کسی بات کا احساس ہوا..... اور وہ چونک پڑا۔ کار شہر سے باہر نکل آئی تھی۔ بلیک زیرو سنبھل گیا۔ وہ کہاں جا رہے ہیں..... کیا کسی خاص راستے پر یا..... انہوں نے آج اس سے نیٹ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔“

اس نے جیب میں پستول ٹٹولا..... اور اس نکال کر ہاتھ میں دبا لیا۔ عمران کی کار اب بھی اتنے فاصلے سے آ رہی تھی۔ ویسے بلیک زیرو کے خیال میں عمران اس وقت غلطی کر رہا تھا۔ اسے ہیڈ لائٹس بجھا دینی چاہیے تھیں۔ ورنہ اس سنان سٹرک پر ان دونوں کاروں پر شبہ ہو سکتا تھا۔

اس کا شبہ درست نکلا۔ آگے جانے والی کار اچانک سڑک پر آڑی ہو کر رک گئی..... جیسے وہ ان کا راستہ روکنا چاہتے ہوں۔ اور پھر طویل القامت لڑکی کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ بلیک زیرو نے بھی اپنی کار روک دی تھی۔ لیکن وہ کار میں ہی بیٹھا رہا۔ طویل القامت آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کی کار کی کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا چاہتے ہو؟“ وہ غرایا۔

”کیا مطلب۔“ بلیک زیر و حیرت سے بولا۔

”نیچے آؤ“ طویل القامت غرایا۔

”تم نے میرا راستہ کیوں روکا ہے؟“ بلیک زیر و سنبھل کر بولا۔

”نیچے آ کر بات کرو۔۔۔۔۔ اس نے کہا اور بلیک زیر و کچھ سوچ کر نیچے اتر آیا۔ ویسے یہ براہ راست سچو لیشن چکر ادینے والی تھی۔ اور بلیک زیر و پہلے سے اس کے لئے تیار نہ تھا۔

”میں تین دن سے تمہیں چیک کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ کیا چاہتے ہو۔ صاف صاف بتاؤ

اس بار طویل القامت کا لہجہ نرم تھا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے! بلیک زیر و نے اچانک اپنی تجویز بدل دی۔ وہ توفرقہ

انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

”میرے ساتھ آؤ۔! اس نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔“

”جی۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ سس۔۔۔۔۔ سنئے۔۔۔۔۔ تو میں“

”سناؤ“

”مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ ان کو پسند کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میں انہیں چاہنے لگا ہوں!“ بلیک زیر و کے لڑکی کی طرف اشارہ کیا اور لڑکی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

”کسی سے محبت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن تم نے اس کے لئے غلط

طریقہ کار اختیار کیا ہے۔“ طویل القامت نرم لہجے میں بولا۔

”بلیک زیر و خاموش ہی رہا تھا۔

”میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔۔۔۔۔ مجھے تم سے ضروری گفتگو کرنی ہے!“ اس نے اور لڑکی

کے ساتھ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

بلیک زیر و سناٹے میں رہ گیا تھا۔ اسے اس قدم آگے بڑ جانے کی امید نہیں تھی۔ بصورت
اس وقت اسے فوری عمل کرنا تھا اور اس نے یہی سمجھا کہ اس کی بات مان لی جائے۔ وہ خود بھی
خاموشی سے اپنی کاریں جابھیٹھا۔ اگلی کار واپس مڑ رہی تھی۔ احد پھر وہ جدھر سے آئی تھی۔
ادھر ہی پلٹ گئی..... بلیک زیر و اس کے پیچھے جا رہا تھا۔

یہ نفسیاتی داؤ تھا۔ اس نے بلیک زیر و کی چال اٹ دی تھی۔ لیکن بلیک زیر و کو اس
میں بھی گھٹا نظر آ رہا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ عمران اس کے پیچھے ہے۔ وہ عمران کی کار کی
ہیڈ لائٹس اب بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ دوبارہ شہر کی فیصل میں داخل ہو گئے اور پھر شہر کے
ایک شاندار علاقے میں پہنچ کر وہ ایک عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ بلیک زیر و بھی ان کے
پیچھے تھا۔

لیکن..... ایک تیسری کار بھی اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔۔۔ یہ یقیناً وہی
کار تھی۔ جہاں کے پیچھے اس طرح چلی آ رہی تھی۔ لیکن وہ ٹو سیٹر تو نہیں تھی۔ اور پھر ظاہر ہے عمران
ان کے پیچھے اس طرح اندر نہ چلا آتا۔

پہلی بار اسے اپنی حماقت اور زبردست خطرے کا احساس ہوا..... لیکن اب کیا ہو سکتا
تھا۔ اب تو وہ پھنس گیا تھا۔ پچھلی کار سے چار آدمی نیچے اتر آئے۔

ممکن ہے عمران اس دوسری کار کے پیچھے ہوا! ویسے اسے تیسری کار کی ہیڈ لائٹ دیکھ کر
بی سمجھ لیتا چاہئے تھا کہ وہ عمران نہیں ہو سکتا..... عمران ایسی حماقت نہ کرتا۔
وہ سب نیچے اترے اور عمران کو بھی نیچے اترنا پڑا۔

”آؤ! طویل القامت نے کہا۔ اور بلیک زیر و اس کے قریب پہنچ گیا۔ طویل القامت
ایک قہقارے سے اندر داخل ہوا۔

لیکن..... بلیک زیر و نے جیسے ہی اندر قدم رکھا اس پر چند آدمی ٹوٹ پڑے حملہ بالک اچانک تھا۔ اسلئے بلیک زیر و سنبھل نہ سکا۔ اور چند سیکنڈ کے اندر اسے نہہتا کر دیا گیا چار سپوتوں کی نالیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

”آؤ! طویل القامت نے پھر کہا اور لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس نے ایک اور کمرے کا دروازہ کھولا اور اس کی تہی روشن کر دی۔ کمرے میں گرد جی ہوئی تھی۔ اور پرانے قسم کا کچھ فرنیچر بھی پڑا ہوا تھا جس پر گرد موجود تھی۔.... ایسا لگتا تھا جیسے یہ کمرہ کافی روز سے استعمال نہ کیا گیا ہو۔

بلیک زیر و کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور اس نے تکیہ لگی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری کمرے سے اترنے والے در آدمی ایک ریشمی ڈوری لئے ہوئے اس کے پیچھے پہنچ گئے اور بلیک زیر و اس دوڑی سے کس دیا گیا۔

مضبوطی سے گسنے کے بعد طویل القامت اس کے سامنے پہنچ گیا۔
 ”ہاں۔ اب بتاؤ..... تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔“

”اب تو چاہے قتل کر رہے..... مجھ سے یہ غلطی ہو چکی ہے!“ بلیک زیر و ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”یعنی معشوق! طویل القامت لڑکی کی طرف دیکھ کر مسکراتے لگا۔ لڑکی بھی ہنس دی اور بلیک زیر و نے گردن جھکالی۔

اداکاری اچھی کر لیتے ہو..... سچ بات بتا دو۔ ورنہ ویسے میں تمہیں اتنا فرود بتا دوں کہ جس دن سے تم نے میرا تعاقب شروع کیا ہے اس دن یہ میرے ساتھ نہیں تھی اور تمہیں مجھ میں ان کی جھلک ہی نظر آئی ہوگی۔“

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔ یہ حقیقت تھی۔ اور اس نے بالکل ٹھیک بات کہہ دی تھی لیکن وہ
موشی ہی رہا۔

”کیا کرتے ہو۔“

”ملازم ہوں۔“

”کہاں؟“

”ایک بڑے آدمی کا سیکرٹری ہوں۔“

”وہ بڑا آدمی کون ہے؟“

”رانا تھور علی صندوقی۔“ بلیک زیرو نے بے دھڑک جواب دیا۔

”پتہ۔“

بلیک زیرو نے رانا پلس کا پتہ بتا دیا۔

”ٹھیک ہے، آرام کرو..... میں تم جیسے احمقوں کے پیچھے زیادہ وقت برباد نہیں

رسکتا۔ اگر تم کسی کام کے ثابت ہوئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس عمارت میں دم توڑ دو گے!

اس نے لا پرواہی سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور پھر کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہو

یا بلیک زیرو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کمرے کی دیواریں سیاٹ

نیں۔ ویسے کئی جگہ اس قسم کے نشانات تھے۔ جیسے یہاں سے سینریاں وغیرہ اتار لی گئی ہوں۔

اسے اس طرح بیٹھے ہوئے تقریباً پون گھنٹہ گزر گیا۔ اس درمیان میں وہاں کسی قسم

کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ لیکن پھر اسے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی اور کسی نے

باہر سے دروازہ کھولا۔ تباہی تک روشن تھی۔ بلیک زیرو نے ایک شخص کو اندر داخل ہوتے

دیکھا اور اس کے ہونٹ مسکرائے۔

وہ عمران تھا۔

”مبارک ہو! عمران بولا: ”کیا یہاں آج تاجپوشی ہونے والی ہے؟“ عمران چہکتے ہوئے لمبے میں بولا۔

”آہستہ! یہاں تقریباً دس آدمی موجود ہیں“

”معلوم ہوتا ہے تمہارا معدہ بھی خراب ہو گیا ہے! عمران بالواسطہ سے بولا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں“

”پوری عمارت میں کوئی پتھر نہ بچے بھی نکال دو تو غلامی کھدوں گا“ عمران کہنے لگا۔

”کیا مطلب؟ بلیک زیر و چونک پڑا۔

”عمار ت کرائے کے لئے غمی ہے“

”اوہ۔ گویا۔ گویا“

”ہاں۔ وہ تمہیں یہاں باندھ کر چھوڑ گئے۔ البتہ انہوں نے تمہاری کار کے ساتھ رعایت

برتی۔ یہی عینیت ہے۔ ورنہ“

”گر۔ یہ عمارت خالی ہے“ بلیک زیر و ابھی تک حیران تھا۔

”ہاں۔ باہر جو رڈ لٹکا ہوا ہے۔ ورنہ تمہارے خیال میں وہ تمہیں اپنے سپرچ کے ٹھکانے

پر لے جلتے۔ یہ عمارت شاید پہلے ہی ان کی نظروں میں تھی۔ لہذا وہ تمہیں یہاں لے آئے“

بلیک زیر و خاموش رہ گیا تھا۔ عمران نے اس کی رسیاں کھولیں اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں

کو جنبش دینے لگا۔ ہوا ایک طرح بیٹھے بیٹھے سن ہو گئے تھے۔ پھر وہ عمران کے ساتھ باہر نکل آیا۔

عمران کو اپنی کار کے اسٹیرنگ پر بیٹھے دیکھ کر وہ پھر چونک پڑا۔

”ٹو سیٹر کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”ٹپ ٹاپ میں“

”ادہ۔ کیوں۔؟“

”یار تم تو بالکل ہی مین کو دن ہوتے جا رہے ہو۔ ارے بھائی تم نے دیکھا نہیں تھا کہ وہ بیت فی النار۔ زندر۔۔۔۔۔ لا حول ولا۔۔۔ کیا کہتے ہیں۔ اسے۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ طنز۔۔۔۔۔ ہاں تو وہ بیت طنز میرے عشق کے خانہ فریب میں مقید ہو گئی پہلی بار میں نے اس سے رقص کی فضا کی اور دوسری بار اس نے لہذا صاحب برابر۔۔۔ لیکن وہ پھر مجھے اپنے بھائی صاحب کے پاس لے گئی۔ یا یہ بھائی صاحب بڑا عمدہ آدمی ہے۔ اس نے مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ بہر صورت وہ میرا صورت آشنا ہو گیا تھا۔ لہذا میں اس کا باقاعدہ تعاقب نہ کر سکتا تھا۔ البتہ بے قاعدگی میں کوئی حرج نہیں تھا۔ لہذا جیسے ہی تم لوگ باہر نکلے میں بھی پھپھتا چھپاتا باہر نکل آیا۔ اور تمہاری کار کی اسپینٹی میں گھس گیا۔ بس میرے خیال میں تم اس دوسری کار کو میری کار سمجھتے رہے۔ لیکن اس میں اس کے ہی آدمی تھے اور پھر تم سعادتمندی سے اس کے پیچھے چلے آئے اور میں تمہاری کار کی اسپینٹی میں یہاں تک آ گیا۔ اس کے بعد کے سب واقعات تمہیں معلوم ہیں۔

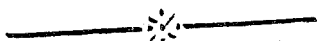
”مگر وہ مجھے اس طرح کیوں چھوڑ گئے؟“

”انہوں نے تمہیں کسی قابل نہ سمجھ کر تمہاری بے عزتی کی ہے۔“ مطلب یہ کہ انہیں تم جیسے لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔“

”ہوں۔ بلیک زیریو نے ایک طویل سانس لی۔ پھر بولا۔“ میں نے اسے رانا بلیس کا پتہ بتا کر غلطی تو نہیں کی ہے۔“

”نہیں۔ ٹھیک ہے۔ بہر صورت یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ کسی خاص چکر میں ہے اور اب۔۔۔

اب انتہائی اونچے پیمانے پر اسے چیک کرنا پڑے گا۔ عمران نے پر خیال انداز میں کہا۔ بلیک زبرد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کارٹپ ٹاپ سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ اب تم اسے لیکر رانا پلیس چلے جاؤ۔ میں یہاں سے ٹوسیٹر لے جاؤں گا۔ عمران نے جواب دیا۔ اور اسٹیئرنگ سے اتر گیا۔ وہ پیدل ہی ٹپ ٹاپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔



میں پھر کہوں گی مسٹر وان کہ وہ ایک معصوم آدمی تھا اور اس سے کسی سازش توقع نہیں کی جاسکتی! طویل القامت کی ساتھی خوبصورت لڑکی طویل القامت سے کہہ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک اعلیٰ درجے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں چاروں طرف قیمتی فرنیچر اور قیمتی تصاویر نظر آ رہی تھیں۔

”تم میری محبوبہ ہو سکی ڈارلنگ۔ اس لئے تم سب کچھ کہہ سکتی ہو لیکن دوسرے لڑکیوں کے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ میں اسے احمق تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ لیکن ہمیں اس سسٹیم میں مزید بحث نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بارے میں مکمل تفصیل مل جائے گی۔ وہ پہنچنے ہی والا ہو گا۔“

”کیا اس نے معلومات حاصل ہو جانے کی اطلاع دی ہے۔“

”ہاں! وہ رات سے مصروف ہیں اس پر نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ طویل القامت نے بتایا۔ اسی وقت ایک سرخ بلب اسپارک کرنے لگا۔ اور طویل القامت نے ایک بٹن دبایا۔ سرخ بلب فوراً بج گیا اور دروازے سے دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے فوجیوں کے سے انداز میں اسے سلام کیا۔

طویل القامت نے ہاتھ اٹھا کر جرمن زبان میں کچھ کہا اور وہ دونوں سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”کیا رہا ہے؟“

”آپ کا خیال درست نکلا۔ وہ ایک بہت خطرناک آدمی ہے۔ جناب یہاں کے محکمہ انفرسانی کے ڈوی جی کا ٹرکا ہے اور پولیس کیلئے کام کرتا ہے۔ بہت سے خطرناک مجرم اس نے گرفتار کئے ہیں۔ رات کو وہ آپ کے جانے کے بعد وہ ہٹل کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر نظر نہیں آیا۔ ہم لوگ سخت پریشان تھے اسے کافی دیر تک تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ جانے کہاں مر گیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ نظر آیا۔ لیکن وہ کہیں باہر سے آیا تھا۔ پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وہ ایک بلڈنگ کے فلیٹ میں رہتا ہے۔“

”واہ واہ“ اس کا نام کیا ہے؟

”علی عمران!“ احمق اور پاگل مشہور ہے لیکن اصل میں بہت خطرناک ہے۔ لیکن وہ دو گھنٹے کہاں غائب رہا۔ طویل القامت سوچنے لگا۔ اور پھر اس نے دوبارہ من دیا۔ ایک اور آدمی اندر داخل ہو گیا۔ اس عمارت کے بھرے میں کیا رپورٹ ہے؟“

”ادہ۔ جناب عمارت صبح خالی ہی ملی تھی۔ کار بھی موجود نہیں تھی۔ سی دیں کھلی پڑی تھی۔“

”ہوں! اس کے بارے میں معلوم کیا ہے؟“

”جی ہاں۔ رانا تھور علی ایک پراسرار شخصیت ہے اسے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے۔ رانا پلس

ایک بہت شاندار عمارت ہے جہاں نایک نیگرو ملازم ہمیشہ رہتا ہے۔“

سیکرٹری نظر آیا؟

”جی نہیں جناب“

ظاہر ہے اس نے درست پتہ نہیں بتایا ہوگا۔ دیکھو۔ مگر بیکار ہے۔ لیکن عمران اس شخص کو ضرور دیکھتا ہوگا۔ میرا تجربہ ہے کہ وہ لوگ جو خود کو احمق ظاہر کرنا چاہتے ہیں انتہائی خطرناک

ثابت ہوتے ہیں۔ یہ احمق شخص خود کو عقلمند سمجھا رہا کہہ کر خوش ہوتا ہے اور یہی اس کی حماقت کی دلیل ہے لیکن ایک چالاک آدمی خود کو احمق ظاہر کرے تو وہ بہت گہرا ہوتا ہے۔ اسے دیکھنا ہوگا۔

طویل القامت گہرے دن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے ان لوگوں کو جانے کا اشارہ کیا۔ اور وہ سب کمرے سے نکل گئے۔ لڑکی البتہ اسی جگہ ڈٹی ہوئی تھی۔ طویل القامت نے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فخریہ انداز میں مسکرانے لگا۔

”میں شرمندہ ہوں جناب! لڑکی نے گہرے دن جھکا کر طویل القامت کا قہقہہ گونج رہا تھا۔ اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے طرف گھسیٹا اور اسے بازوؤں میں لے کر اس کے ہاتھوں پر جھک گیا۔ شاید وہ شرمندگی کے احساس کو مٹا رہا تھا۔



تابلوت سائنس لیبارٹری کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ اور دوسرے دن لیبارٹری نے اپنی رپورٹ دے دی۔ وہ اس حیرت انگیز واقعے پر روشنی ڈالنے سے معذور تھے البتہ انہوں نے اجازت مانگی تھی کہ اگر ان کے جسموں کو ان کے حواسے کر دیا جائے تو وہ اس عجیب و غریب موت کی وجوہات پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کو کچھ دیر کیلئے تابلوت سے باہر نکالا تھا۔ لیکن اس کی چیخوں نے زمین و آسمان ایک کر دیئے پھر کئی گھنٹے تک وہ کراہتا رہا۔ اس کے آواز پیدا کرنے والے غدود چیک کئے گئے وہ صحیح کام کر رہے تھے لیکن بقیہ جسم سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہر حال اسے فوراً ہی تابلوت میں لٹا دیا گیا۔

حکومت نے سختی سے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ دونوں زندہ رہنا چاہتے تھے۔ اور کسی زندہ آدمی کو بغیر کسی جرم کے موت کے منہ میں نہیں دھکیلا جاسکتا تھا۔ اور پھر مجبوراً یہ خبر اس وقت سے

سائنس لیبارٹری پر فون کے وہ تائبندہ کیا تھا۔ ہر شخص ان لوگوں کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کر رہا تھا۔ شام کو حکومت کو اعلان کرنا پڑا کہ وہ ان لوگوں کو نیشنل میوزیم بھیجا رہے ہیں۔ وہاں پر ان کی عام نمائش ہوگی۔ تب کہیں جا کر لوگ مطمئن ہوئے۔

دوسرے نیشنل میوزیم کا نمائندہ سائنس لیبارٹری پہنچ گیا۔ لیکن لیبارٹری والوں نے درخواست کی کہ ایک دن ان لوگوں کو اور رہنے دیا جائے وہ آخری کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی اجازت بھی حکومت سے مل گئی۔ اور وہ ایک دن کے لئے اور رک گئے۔

یہ تمام خبریں فیاض کے ذریعے عمران کو مل رہی تھیں۔ اور وہ ان میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بلیک زیرو اور طویل القامت کا معاملہ بھی کافی پراسرار تھا۔ اور وہ اس طرف پوری طرح متوجہ تھا۔ لیکن..... یہ معاملہ بھی کم پراسرار نہ تھا۔ وہ اس کے بارے میں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔

اس وقت بھی اس کا ذہن اسی اطلاع میں الجھا ہوا تھا۔ سائنس لیبارٹری والے انہیں ایک دن روک کر کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ویسے یہ تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے ان لوگوں کے ضیاد کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے اوپر پورے ذمہ داری تھی۔

دفعۃً اس کے ذہن میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی۔ کیوں نہ اس سلسلے میں ڈاکٹر داؤد سے مدد لی جائے۔ ڈاکٹر داؤد کی بے انتہاد دانت مسلم تھی۔ ان کے پائے کا سائنسدان اس وقت بہت سے ممالک میں نہیں تھا۔ دوسرے لمحے وہ فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ڈاکٹر داؤد کے نمبر ڈائل کئے اور ریسپونڈر کان سے لگا لیا۔

”ہیلو! دوسری طرف سے شمی کی آواز سنائی دی۔ شمی ڈاکٹر داؤد کی لڑکی تھی۔

”ڈاکٹر موجود ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ لیکن وہ اپنی لیبارٹری میں مصروف ہیں اور ایسے وقت وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتے۔ شمی نے جواب دیا۔

”مجھ سے ضرور کریں گے۔ تم انہیں اطلاع دے دو“

”آپ کون صاحب ہیں؟“

”عمران“

”ادہ! عمران صاحب۔ آپ اب اس طرح اجنبی لہجے میں بات کیا کریں گے؟“ شمی شکایتی انداز میں بولی۔

”نہیں شمی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”مجھے کبھی غلط فہمی نہیں ہوتی۔ کیونکہ میں ہر بات کا پورا وزن کر لیتی ہوں تب کہتی ہوں۔ آپ سنے عرصے سے ہمارے ہاں نہیں آئے۔“ شمی لڑنے کے موڈ میں تھی۔

”تم لڑکی ہو یا ترانہ۔ بہر حال اب آجاؤں گا۔ فکر مت کرو۔ اور ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کروادو۔“

”مجھ سے گفتگو کرنا بھی ناگوار گزارتا ہے۔“ شمی بولی۔

”ارے نہیں بابا۔ خدا کے واسطے میں پورے اڑتالیس گھنٹے تم سے گفتگو کر کے ریکارڈ قائم کروں گا۔ لیکن اس وقت.....!!“

”اچھا اچھا۔ شمی جی کر بولی اور پھر اس نے شاید ڈاکٹر کو اطلاع دی تھی۔ چند منٹ کھڑکھڑاہٹ بعد ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو!“

”عمران بول رہا ہوں“

”ادہ کیا بات ہے عمران میاں خیریت سے ہو۔“

”بالکل خیریت سے ہوں۔ آپ سے ایک ضروری کام ہے۔“

”کیا کام ہے۔“

”میرا خیال ہے فون پر گفتگو مناسب نہیں رہے گی اگر آپ کو فرصت ہو تو میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

ابھی چلے آؤ۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا۔

”بہتر ہے میں حاضر ہو رہا ہوں۔ عمران نے کہا اور فون بند کر دیا۔ یہ زیادہ بہتر تھا کہ ڈاکٹر داؤد سے مل ہی لیا جائے۔ فون پر کوئی دوسرا گفتگو سن سکتا تھا۔

دوسرے لمحہ وہ لباس تبدیل کرنے لگا اور چند منٹ کے بعد اس کی ٹوسیٹر ڈاکٹر داؤد کی طرف دوڑ رہی تھی۔ اس کا ذہن خیالات میں الجھا ہوا تھا، لیکن ابھی ذہن کے باوجود اسے بہرہ جلد محسوس ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ تعاقب کرنے والا ایک چھوٹی مورس میں سوار جس میں صرف ایک ہی آدمی نظر آ رہا تھا۔

”یہ کون ہے؟ ممکن ہے طویل القامت کا آدمی ہو۔ لیکن اس وقت کسی سے الجھنا بے کار ہے۔ وہ سب سے پہلے اس سڑک پر کام کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ٹوسیٹر ایک ایسی سڑک پر مورس دی جہاں سے تعاقب کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا۔ اور اسکے بعد اسے ڈاج دینے کی کوشش کی۔ مورس بھی اسی طرف مڑ گئی تھی۔“

عمران کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کے تعاقب میں ہے اور اس نے ایک دم ٹوسیٹر اسپورٹ رفتار بڑھا دی۔ چند ہی منٹ کے اندر فاصلہ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اور مورس کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ لیکن وہ ٹوسیٹر کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ نتیجے میں بہت پیچھے رہ گئی۔ گنجان علاقے میں داخل ہوتے ہی عمران نے دو تین سڑکیں بدلیں اور دوسری کا نشانہ بن لیا۔ اس نے

ڈالاج دے دیا تھا پھر وہ سیدھا چلتا رہا لیکن مورس نظر نہ آئی اور اس نے ٹوسیٹر ڈاکٹر ڈاکٹر کی کوٹھی کی طرف موڑ دی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے! برآمدے میں اسے شمی ٹہلتے ہوئے نظر آئی۔ وہ رک کر عمران کی کار کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے انجن بند کیا اور نیچے اتر کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ شمی کا منہ پھولا ہوا تھا۔

”ڈیڈی لیبارٹری میں آپ کے منتظر ہیں وہ خشک لہجے میں بولی۔

”اوہ۔ سواری میں سمجھا تھا کہ تم میرا یہاں انتظار کر رہی ہو؟“ عمران نے کہا اور لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا جو ڈاکٹر داؤد کی عظیم الشان کوٹھی کے دوسرے سرے پر واقع تھی۔

شمی عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے ایک بار منہ کھول کر اسے آواز دینا شروع بھی کی تھی لیکن اس کی آواز حلق میں ہی رہ گئی۔ اس کے چہرے پر تاسف کے آثار ابھر آئے تھے جیسے اسے اپنے جلوں پر احساس شرمندگی ہو۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ عمران کے بارے میں بہت سی ترکیبیاں مختلف انداز میں سوچتی تھیں لیکن وہ کسی کے بارے میں کوئی احساس نہیں رکھتا تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ تجربے گاہ میں بھی داخل ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر نے شاید ملازموں کو اس کے بارے میں ہدایت کر دی تھی۔ اس لئے اسے فوراً ان کے پاس پہنچا دیا گیا۔

ڈاکٹر نے خندہ پیشانی سے اس کا تیر مقدم کیا تھا اور پھر وہ اسے لئے ہوئے لیبارٹری کے لیسٹ روم میں پہنچ گئے۔ بہت عمدہ جگہ تھی۔ نفاست اور پاکیزگی کی آئینہ دار۔ ڈاکٹر داؤد اس معاملے میں بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ وہ عمران کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گئے۔ گفتگو شروع ہونے سے قبل ہی ایک ملازم نے کسی خوش رنگ مشروب کے دو گلاس ان کے سامنے رکھ دیئے۔

پھر سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔

”کیا قصہ ہے ڈاکٹر داؤد نے پوچھا۔

”بس یہ سمجھ لیجئے اس صدی کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ عمران نے جواب دیا۔

”اس صدی میں ہر واقعہ حیرت انگیز ہے کس کس کو لوگ سائنس نے جس قدر ترقی اس صدی میں کر
ہے آئندہ کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی رفتار یہی رہے گی یا اس سے زیادہ رہے گی۔ ڈاکٹر
داؤد کہنے لگے۔

”بہر صورت میرے لئے یہ واقعہ ضرور حیرت انگیز ہے شاید آپ نے کل کا اخبار پڑھا ہو“

”اوہ! تم ضرور ان تابوٹوں اور زندہ لاشوں کے بارے میں کہہ رہے ہو گے۔“ ڈاکٹر داؤد

بولے۔

”ہاں!“

”لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ وہ واقعہ میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے لیکن میں نے اس لئے تو
نہیں دی کہ اخبار دالے بھی بعض اوقات مذاق کرتے ہیں۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا۔

”لیکن یہ خبر بالکل درست ہے“

پورا قصہ بتاؤ“

عمران نے انہیں شروع سے کہانی سنانے لگا۔ ڈاکٹر داؤد غور سے سن رہے تھے۔ پھر
باتیں سننے کے بعد وہ بولے۔

”اس کا مقصد ہے کہ معاملہ بہت آگے ہے۔ ظاہر ہے کہ سائنس لیبارٹری والے احمق نہیں

ہیں انہوں نے ہر ممکن کوشش کی ہوگی۔“

”یقیناً“

”میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن ٹھہرو۔ کیا تم ان میں سے کسی ایک کو میری لیبار ٹری کیلئے حاصل نہیں کر سکتے۔ یا اگر وہ مجھے دو دن کیلئے مل جاویں تو..... میرا خیال ہے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔

عمران کچھ سوچنے لگا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔ ان میں ایک آپ کی لیبار ٹری تک پہنچ جائے گا۔ لیکن انتہائی خفیہ طور پر آپ کو کچھ بات راز رکھنی ہوگی۔

”ظاہر ہے میں تم سے اختلاف کیسے کر سکتا ہوں! ڈاکٹر داؤد اسے محبت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے: ”پھر کہنے لگے۔“

”ششی سے ملے۔“

”وہ مجھ سے ناراض ہے۔ عمران نے جواب دیا۔

”ادہ۔ کیوں؟“

”معلوم نہیں۔“

اسے تمہارے نہ آنے کی شکایت ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شکایت مجھے بھی ہے۔ تم بلا ضرورت کہیں نہیں آتے ہو۔ حالانکہ میں تمہیں ششی کی طرح چاہتا ہوں۔“

عمران نے گردن جھکالی پھر وہ ڈاکٹر ہارمون سے تابوت کے پروگرام پر گفتگو کرتا رہا پھر وہ وہاں سے چلا آیا۔ ششی اب سے کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔



”اگر معلومات کے نام فروری ہے۔ ڈاکٹر داؤد اس سلسلے میں وعدہ کر چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس کا کچھ نہ کچھ حل ضرور معلوم کریں گے۔ کسی پراسرار نوعیت کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے ممکن ہے کوئی ہیرا ائم پیشہ شخص ہو ان دونوں تابوتوں والوں کی کیفیت عجیب ہے۔ ان کے

چہروں سے ہر قسم کے جذبات بھٹکتے ہیں۔ لیکن ان کے جسم... ظاہر ہے سب ڈاکٹر احمق نہیں ہیں۔
 اس صورت میں اس حیرت انگیز واقعے کی تفتیش فروری ہے عمران بلیک زیرو سے کہہ رہا تھا۔
 پھر آپ نے کیا پروگرام بنایا ہے۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔
 میں ان میں سے ایک تابوت اغوا کروں گا! عمران بولا۔
 ”اوہ!“

”ہاں! ڈاکٹر داؤد اپنی لیبارٹری میں اسے چیک کریں گے۔ ممکن ہے وہ کوئی حل نکال
 سکیں۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن یہ آدمی کون ہے جسے آپ اغوا کرنا چاہتے ہیں! بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ایک خاص آدمی ہے۔ نیشنل میوزیم سے تعلق رکھتا ہے اور..... ہمارے کام کا آدمی ہے
 عمران نے جواب دیا اور پھر کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ یہ ایک درمیانے درجے کی بستی تھی۔ جہاں
 خوش پوش لوگ رہتے تھے۔ بھڑکی دو پہل کر عمران نے کار روک دی۔
 ”وہ سامنے والا مکان دیکھ رہے ہو۔؟ اس نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا۔
 ”وہ ڈبل اسٹوری کے برابر والا۔“

”ہاں“

”ٹھیک ہے“

”اس کے دروازے پر دستک دے کر مسٹر اکرم کو معلوم کرو۔ اگر موجود ہو تو اطلاع دو کہ مشتاق
 صاحب تمہارے منتظر ہیں۔ اپنی کاریں ہیں۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔
 ”اسے ادھر لے آؤں“

”ہاں“

”او کے“ بلیک زیر و مکان کی طرف بڑھ گیا اور پھر چند منٹ کے بعد وہ ایک شخص کے واپس آ رہا تھا شاید وہی اکرم تھا۔ عمران کار سے نیچے اتر آیا۔ اور ایک طرف آڑ میں ہو گیا اور بلیک زیر و اکرم کے ساتھ کار کے قریب پہنچ گیا۔

”کہاں ہیں مشتاق صاحب! یہ ان کی کار تو نہیں ہے اکرم تعجب سے بولا۔ اور اس وقت عمران کار کی دوسری طرف سے نکل آیا۔ اس نے بلیک زیر و کو اشارہ کیا اور بلیک زیر و پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے ایک کھرواہاٹھ اکرم کی گردن کے پیچھے حصے پر رسید کر دیا اور اکرم کی آنکھیں میسر سے پھیل گئیں۔ اس کے فوراً بعد وہ ڈھیر ہو گیا۔

بلیک زیر و نے اسے بازوؤں پر سنبھال لیا تھا۔ اور پھر اسے کار میں لٹا دیا گیا۔ عمران کار اسٹارٹ کی اور رانا پولیس کی طرف واپس چل پڑا۔

کار رانا پولیس میں داخل ہو گئی اور پھر بلیک زیر و جو زف مل کر اس پر ہوش آدی اور ایک کمرے میں لے گئے۔ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی جلد لگی اور چند منٹ کے بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ وہ سبے چارہ بہت زیادہ گھبرا رہا تھا۔

”فکرمت کرو۔ میں صرف جو بیس گھنٹہ یہاں گزارنے ہوں گے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ بلیک زیر و نے کہا۔

”مم۔ مگر۔! اکرم بولا“

”تم اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ! بلیک زیر و بولا۔ عمران نے اسے ہدایت کی تھی۔ و خاموش بیٹھا اکرم کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ تمام حرکات کو ذہن نشین کر رہا تھا۔

اکرم اپنے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے پوری تفصیل بتائی مگر اس کے ذمہ کیا کام ہے اور اسے کیا کیا کرنا ہے۔

”ٹھیک ہے دوست! تم صرف چوبیس گھنٹے یہاں گزار دو ممکن ہے اس سے قبل ہی رہائی مل جائے۔“
 تم نے کوئی حرکت کی تو۔ تمہاری زندگی ختم بھی ہو سکتی ہے۔
 عمران پہلی بار بولا۔

”لیکن۔ لیکن۔ تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔ میں بال بچے دار آدمی ہوں اکرم گر گڑا یا۔“
 ”ٹھیک ہے اس شکل میں تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ اکرم
 سے اس کے آفس اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے لگا چند منٹ
 کے اندر اس کا مقصد حل ہو گیا تھا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور پھر وہ اکرم کا میک اپ کرتے
 لگا۔ اس نے اس کی شکل پوری طرح نظروں میں محفوظ کر لی تھی۔ اور اسکے مطابق میک اپ کر لیا تھا۔
 تقریباً پندرہ منٹ میں وہ میک اپ سے فارغ ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ اکرم کے پاس پہنچ
 گیا۔ بلیک زیرو بھی وہیں موجود تھا۔ اکرم نے اس کی شکل دیکھ کر بُری طرح اچھل پڑا۔
 ”تت۔ تم۔ تم کون ہو؟ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

”کیوں۔ کیا میں تم سے مختلف ہوں! عمران اکرم کی آواز میں بولا۔ اور بلیک زیرو کی نگاہوں
 کی تحسین کے آثار ابھر آئے۔ اکرم پر شدید حیرت کا دورہ پڑا تھا۔
 ”کیا خیال ہے! عمران نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

”حیرت انگیز۔ میرا خیال ہے کہ آواز کی اتنی کامیاب نقل اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ذرا بھی فرق
 نہیں ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔
 بیٹھ جاؤ دوست! میں تھوڑی دیر کے لئے تمہاری جگہ لوں گا اور پس لیکن تم کسی بات
 کی فکر مت کرنا۔ عمران نے اکرم سے کہا اور پھر جوزف کو بلا کر اس کے بارے میں ہدایات دیتے

لگا۔ جوزف کو دیکھ کر اکرم کا دم نکل گیا تھا۔ لیکن وہ منہ سے کچھ نہ بولا۔

اور پھر وہ دونوں رانا پلیس سے نکل آئے۔ بلیک زبرد عثمان کو اکرم کے گھر چھ جا رہا تھا۔

وہ رات عثمان نے اکرم کے ہاں گزاری۔ تھوڑی سی مشکل مزد پیش آئی تھی۔ لیکن ظاہر وہ ایک سیدھا سادھا گھرانہ تھا۔ معصوم لوگ تھے۔ اس لئے عثمان جیسے آدمی کو وہاں زبردت نہ ہوئی اور پھر وہ دوسرے دن آفس پہنچ گیا۔ آفس میں سب سے پہلا حکم اسے ہی سائنس لیبارٹری سے دونوں لاشیں لے آئے۔ اور اس کے آفیسر نے لیبارٹری کو فون کر دیا۔ نیشنل میوزیم کی اپنی گاڑی اس سلسلے میں بھیجی گئی تھی۔ دوسری گاڑی کیلئے فون کر دیا گیا تھا۔ دنا دونوں تابوت ایک ساتھ لے آئیں۔ ایک گاڑی میں دونوں تابوت نہیں آسکتے تھے۔ عثمان چلی پڑا۔ اس کے ساتھ صرف ایک ڈرائیور تھا۔ جو ایک سیدھا سادا آدمی تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ سائنس لیبارٹری میں داخل ہو رہے تھے۔ عثمان اکرم کے روپ میں لیبارٹری انچارج سے ملا۔ اور انچارج نے ایک رسید پر دستخط لے کر لاش ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے خود ہی دوسری گاڑی مہیا کر دی تھی۔ عثمان نے نیشنل میوزیم سے آنے والی گاڑی اسی ڈرائیور کے پاس رہنے دی۔ البتہ سائنس لیبارٹری سے جو گاڑی ملی تھی۔ خود اس میں تابوت کے ساتھ بیٹھ گیا اور گاڑی چلی پڑی۔ نیشنل میوزیم کی گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اور عثمان راستے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے کام کے لئے وقت کا تعین بھی کر لیا تھا۔ ایک مخصوص جگہ تک لخت اس نے ڈرائیور سے ایک منٹ کیلئے گاڑی روکنے کو کہا۔ اور ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔ اگلی گاڑی نظر نہ آئی اور چھل ہو چکی تھی۔

گاڑی روکنے ہی ایک ہی سٹول ڈرائیور کی کمرے آگیا اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا اور

پتول دیکھ کر اس کی گھٹی بندھ گئی۔

”دروازہ کھول کر نیچے اتر جاؤ“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اور منہ دوسری طرف کر کے بڑھتے رہو۔“

ڈرائیور نے ایک لمحے کی تاخیر نہ کی تھی۔ وہ فوراً نیچے اتر گیا اور دوسری طرف منہ کر کے آگے گیا۔ عمران نے اسٹیزنگ پر بیٹھ کر گاڑی دوسری طرف موڑ دی۔ اور پھر وہ دوسری طرف ایک سڑک پر چل پڑا۔ سڑک پر کچھ آگے ایک دین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دین کے نزدیک پہنچ گیا۔ گاڑی روک دی۔ دوسرے لمحے بلیک زبر دین سے نیچے اتر آیا اور پھر ان دونوں نے مل بوت کو دین رکھوا دیا اور دین چل پڑی۔ گاڑی وہیں چھوڑ دی گئی تھی۔



”اسنی ڈارلنگ۔ آخر تم نے میرے اوپر کیا جادو کر دیا ہے۔ مرد کا خوفناک لہجہ سنائی دیا۔“
تم نے بھی تو مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ ڈارلنگ! سنوانی آواز۔ گھٹی ہوئی سسکیاں اور نور سنوانی لہجہ۔ اب جاتے دو ڈارلنگ۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔“

”جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں چھوڑ آؤں گا۔ مرد کا لہجہ۔
لیکن ڈیر تم جانتے ہو۔ میں کبھی کسی کو تکلیف نہیں دیتی اور پھر تم۔۔۔۔۔!
”لیکن مجھے تکلیف کب ہوئی اور وہ بھی تمہارے لئے؟ مرد نے کہا۔“

”پلیز ڈیر۔ خاموش ہو جاؤ۔ لڑکی نے کہا۔ اور پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیپ روشن کر دیا۔
جیسی روشنی پھیل گئی۔ لڑکی نے جلدی سے قریب ہی صوفے پر پڑا ہوا لباس اٹھایا اور اسے لگی۔ مرد ہوسناک نگاہوں سے اس کے مرمری جسم کو دیکھ رہا تھا۔ جو کپڑوں میں ملفوف چاہتی تھی۔ پھر جلد لباس پہننے کے بعد لڑکی مسکرائی اور ایک طرف بڑھ گئی۔ ایک میز پر کبھی

ہوئی شراب کی بوتل اٹھا کر اس نے دو گلاس شراب انڈیلی اور پھر ایک گلاس اٹھا کر مرد کی طرف بڑھی اس کے ہاتھ میں وہی میٹھی ایک ننھی سی بد رنگ گول شراب کے گلاس میں پہنچ گئی تھی اس نے گلاس مرد کے ہاتھ میں بٹھا دیا۔ اور پھر دو سر گلاس اٹھا کر خود ہلکی ہلکی چسکیاں لینے مرد بھی مسکرا مسکرا کر چسکیاں لے رہا تھا۔

لیکن دفعۃً گلاس اس کے ہاتھ میں لرزنے لگا۔ اور اس نے جلدی سے اسے قریب ہوئی میز پر رکھ دیا۔

”کیا بات ہے ڈارلنگ! لڑکی اس کے قریب پہنچ گئی۔

”نہ جانے کیا۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔ گایا۔۔۔۔۔؟ مرد نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور پھر اس کا سر میز پر ڈھٹک گیا۔ بہت سریعہ الاثر دوا تھی۔ ورنہ مرد اتنی جلدی چیت نہ ہوتا کہ کب وہ بانکا، تندرست اور بحیم شمیم تھا۔

لڑکی نے اسے بلا جلا کر دیکھا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی ایک دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا، پھر الماری کھولنے لگی، الماری میں بہت سے مردانہ کپڑے تھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور عجیب ساخت کی چابیوں کا ایک گچھا لیا۔ اس نے چابیوں کو بغور دیکھا اور پھر اٹھی۔ اور دروازہ کی طرف بڑھ گئی۔ چند منٹ کے بعد دروازے کے باہر تھی۔ بڑا خوبصورت بنگلہ تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہاں اس شخص کے علاوہ کوئی نہ رہتا ہو۔ بنگلے کے دروازے پر چوکیدار موجود تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس نے دروازہ کھول دیا اور اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ دروازہ اسی طرح لٹ پٹ کر جاتے والیوں کو دیکھتا رہتا تھا۔ اس لڑکی کو چار پانچ دن گزر گئے تھے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ایک دن کبھی یہ لٹ جئے گا۔ وہ اپنے صاحب کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا تھا جس نے عیاشی کی وجہ سے شاہ

ہی نہیں کی تھی۔

لڑکی ننگے سے باہر نکل گئی۔ رات خاصی گزر گئی تھی۔ وہ پیدل ہی ایک طرف چل پڑی
در پھر وہ ننگہ نگاہوں سے ادبھل ہو گیا۔ اسی وقت اسے اپنے عقب میں کسی کار کی روشنی نظر
آئی اور وہ رک گئی۔ کار اس کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

”بی بی! اندر سے ایک آواز آئی۔

”یس؟ ڈارہ لنگ! لڑکی نے جواب دیا اور کار کا دروازہ کھل گیا۔ لڑکی اندر بیٹھ گئی
اندر ڈرائیور نے کار آگے بڑھادی۔

”کیا رہا!“

”کامیابی“

”گڈ!“ کجمنت پہلی بار ایسی ضرورت پیش آئی ہے ورنہ میں نے بڑی بڑی تجویزیاں دی تھیں۔
یہ تجویزی انتہائی پرانی ساخت کی ہے۔ لیکن اس کی مضبوطی کا اندازہ تم لگا چکی ہو۔ میرا دعویٰ ہے کہ
اگر اس پر ہم بھی مارا جائے تب بھی اس کا تالا نہیں کھل سکتا۔ مرد کہنے لگا۔
”ہاں۔ یہ لوگ بڑے کاریگر ہوتے ہیں۔ لڑکی نے جواب دیا۔

”کیا بات ہے۔ تم بڑی کچھ سمجھی سی ہو۔“ مرد نے پوچھا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لڑکی نے جواب دیا۔ اور مرد خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔
چند دلوں اس دقت چونکے جب کار ایک خفیف سے جھٹکے سے رک گئی۔ سامنے ایک بلند
لبلا خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی۔

آؤ! مرد نے لڑکی سے کہا اور نیچے اتر آیا وہ طویل قامت وان ٹرگھوے تھا۔ اس نے لڑکی
کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف بڑھ گیا چاروں طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔

وہ دونوں بے خوفی سے آگے بڑھتے رہے اور پھر عمارت کے عقبی گیٹ کے قریب پہنچ گئے۔
 جہاں تنگ دست بادردی چوکیدار کھڑا تھا۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ کر اٹینشن ہو گیا۔
 ”وہ آگے! ٹرگئے نے پوچھا۔“
 ”جی ہاں جناب“

”کہہ رہی ہیں“

اس چوکیدار نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور وہ دونوں اس طرف بڑھ گئے جہاں اندھیرے
 میں ایک بڑی اور مضبوط دین کھڑی ہوئی تھی۔ دین کے قریب چار مضبوط آدمی موجود تھے جو ٹرگئے
 کو دیکھ کر اٹینشن ہو گئے۔

”شروع ہو جاؤ۔ ٹرگئے نے حکم دیا۔ اور ان لوگوں نے دین کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔
 اندر بڑے بڑے بومرے بیٹھے ہوئے تھے جن میں کوئی عسکر نہیں موجود تھی۔ وہ سب بومروں کو نیچے
 اتارنے لگے۔ اور پھر چار آدمی ایک ایک بومرے کو لے کر اندر جاتے تھے۔

اندر لفٹ پر لفٹ میں موجود تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور بورا انہیں رکھ دیا گیا۔ اس
 کے بعد دوسرا بورا اٹھایا گیا اور وہ بھی لفٹ میں پہنچ گیا۔ پھر لفٹ ان چاروں آدمیوں سمیت اوپر
 جانے لگی تیسری منزل پر وہ رک گئی۔ اور وہ لوگ بومرے اتارنے لگے۔

اسی طرح دس بومرے اوپر لے جائے گئے۔ اس کے بعد ٹرگئے اور دوسرے لوگ اوپر پہنچ گئے۔
 بومروں کو ایک خاص کمرے میں پہنچایا گیا جس کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف
 سرخ اور کالے لالام لگے ہوئے تھے۔ لیکن ٹرگئے کے ساتھیوں نے اندر داخل ہوتے ہی لالام
 لائٹس کاٹ دیں اور پھر وہ اطمینان سے اس بڑے آہنی دروازے کے قریب پہنچ گئے جس کے
 پیچھے کوئلہ سٹور تھا۔ ٹرگئے نے حاصل شدہ چابیوں سے تجوری کے دروازے کے تالے کو آزمانا

شروع کیا۔ اور دروازہ کھل گیا۔

وہ سب اس بڑے گودام بڑے گودام میں داخل ہو گئے جہاں سونے کی اینٹیں چنی ہوئی تھیں اور پھر وہاں کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ٹریگوے نے اشارہ کیا اور وہ بورے اندر لائے جانے لگے۔ بوروں کے بندھے ہوئے منہ کھولے گئے۔ اور ان سے بھی بالکل ویسی ہی اینٹیں نکل پڑیں جیسی یہاں چنی ہوئی تھیں۔ وہ لوگ اینٹوں کا ڈھیر کرتے رہے اور پھر سب بورے خالی ہو گئے۔ ان بوروں میں سونے کی وہ اینٹیں بھری جانے لگیں جو وہاں چنی ہوئی تھیں۔ دوسرے چند آدمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور لائی ہوئی اینٹوں کو پہلی اینٹوں کی جگہ چنا جانے لگا۔

اسی طرح سونے کی اینٹیں تبدیل کر دی گئیں۔ سب بورے بھرے گئے بعد بھی ٹھوڑی سی اینٹیں بچ گئی تھیں۔ لیکن ان کے لئے اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ بورے اسی شکل میں نیچے لائے گئے اور پھر تمام نشانات ٹریگوے کی موجودگی میں صاف کئے گئے۔ اور وہ مطمئن ہو کر نیچے آ گئے۔ بورے دوبارہ دین میں لا دیئے گئے۔ دین کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ نیچے اتر آئے۔ وان ٹریگوے نے ایک ایک قدم کا جائزہ لے لیا تھا اور پھر تمام کام سے مطمئن ہو کر واپس چل پڑے۔

چوکیدار، لفٹ میں اور دوسرے تمام لوگ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ وہ سب ٹریگوے کے آدمی تھے۔ اور انتہائی اونچے پیمانے پر یہ سب کام ہوا تھا۔

ٹریگوے اور پیگی دین کاہ میں آگے آگے جا رہے تھے وہ ایسے سنان راستوں پر جا رہے تھے جہاں ٹریفک نہ ملے، ویسے بھی اس وقت رات کافی گزر گئی تھی۔ ٹریول پولس کے علاوہ اور کسی کے ملنے کے امکانات نہیں تھے۔ اور ایک دفعہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے کسی ٹیب کی ہڈی نظر آئی اور وہ سب چونک پڑے۔

دائیں طرف! اچانک ٹریگوے چینا۔ اور سب ایک چھوٹی سی سڑک پر سڑ گئے۔ ٹریگوے نے خود بھی اپنی گاڑی اس طرف موڑ دی۔ اور سب گنیں نکال کر تیار ہو گئے پولیس کی گاڑی اگر سیدھی نکل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری شکل میں ان سب کو ختم کر دینا ہو گا۔ ٹریگوے پیکی سے کہہ رہا تھا۔

وہیں میں موجود شخص خوش قسمت تھے۔ وہ سیدھے نکلے چلے گئے۔ اور جب ان کی ٹیل لائٹ بھی نگاموں سے اوجھل ہو گئی تو یہ لوگ بائز نکل کر پھر اپنے راستے پر چل پڑے۔ اب ان کا رخ ایک ویران ساحل کی طرف تھا۔ یہ ساحل بیکار تھا۔ صرف نمک کے کاخانے یہاں پھیلے ہوئے تھے جن کی اپنی پتلی سڑکیں کارخانوں تک جاتی تھیں۔ رات کو یہ کارخانے بند ہی رہتے تھے۔ پورا فاصلہ ایسی ہی ایک سڑک پر چلتے کے بعد ایک بڑا ریتلا حصہ اسی طرح طے ہو گیا۔ پھر اتہیں کارخانوں سے کچھ فاصلے سے گاڑیاں ساحل کی طرف موڑ دینی پڑیں اور چند منٹ کے بعد وہ ساحل کے قریب پہنچ گئے تھے۔

انہوں نے تمام گاڑیوں کی ہڈی لائٹس بجھا دی تھیں۔ ٹریگوے نے ایک باریک شعاع والی ٹارچ نکالی جس کا رنگ سبز تھا۔ اور پھر وہ اسے ایک مخصوص انداز میں لہرانے لگا۔ فوراً ہی سمندر سے اس کا جواب ملا اور پھر چند آدمی ساحل کی طرف آتے ہوئے نظر آئے وہ ان کے قریب پہنچ گئے۔ سب ٹھیک ہے؟ ٹریگوے نے پوچھا۔

”بالکل جناب۔“

”چلو۔ مال اٹھاؤ۔ ٹریگوے نے حکم دیا۔ اور تمام لوگ مل کر بورے دین سے اتارنے لگے۔ لکڑی کی ایک چوڑی سیٹرھی ایک اسٹیمر تک گئی تھی۔ بورے اس سیٹرھی کے ذریعہ اسٹیمر پر لاد دیئے گئے۔ اور دین خالی ہو گئی۔

”اعتیاد سے جاؤ۔ اور پہنچ کر ٹرانسمیٹر پر اطلاع دینا۔ ٹریگوے نے کہا۔ اور ان لوگوں نے ادب سے سر جھکا لیا۔

پھر وہ واپس پلٹ پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اسٹیٹ سمندر میں دوڑنے لگا۔ ٹریگوے اس وقت تک اسے دیکھتا رہا۔ جب تک وہ نظر آسکا پھر وہ سب واپس دین اور کاروں کی طرف چل پڑے کچراستہ طے کر کے وہ سڑک پر پہنچ گئے۔

اپنی رہائش گاہ تک پہنچنے میں انہیں کوئی خاص دقت نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ اور وہ سب عمارت میں داخل ہو گئے۔

شاباش دوستو! میں تمہاری اعلیٰ کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔ ٹریگوے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔ اور پیکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اندر داخل ہو گیا۔ لیکن ایک اور اطلاع اس کی منتظر تھی۔ اس کی واپس کی اطلاع ملنے پر ایک شخص ٹریگوے کے پاس پہنچ گیا۔

”کیا بات ہے؟ ٹریگوے نے پوچھا۔

”ایک اطلاع ہے جناب“

”کہو“

ایک طاہوت غائب ہو گیا۔

”کیا مطلب؟“

اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ عجیب کہانی ہے۔ نیشنل میوزم کے ایک ملازم نے سائنس لیبارٹری کی ایک گاڑی کے ذریعے اغوا کر لیا گیا۔ لیکن ملازم نے اغوا کیا تھا وہ آج شام کو نیشنل میوزیم پہنچ گیا۔ اس نے ایک کہانی سنائی ہے کہ کسی نے اسے اغوا کر لیا تھا۔ اور اس کے میک اپ میں رات

بھراس کے گھر پر رہا تھا۔ اور اُسے پورے انیس گھنٹے کے بعد بے ہوش کر کے ایک پارک میں ڈال دیا گیا۔ وہاں جب اسے ہوش آیا تو وہ سیدھا نیشنل میوزیم گیا تھا۔
 ”اوہ! ٹریگوے کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرائے وہ خاموشی سے پھلنے لگا اور پھر رک کر بولا۔

”جیکو کو بھیج دو“

”بہتر ہے جناب! وہ شخص چلا گیا۔ اور چند منٹ کے بعد ایک خطرناک شخص کمرے میں آ گیا۔

”کیا تم رونی کی اطلاع سن چکے ہو؟“

”جی ہاں جناب“

”کوئی اندازہ؟“

”میں سخت حیران ہوں“

”عمران کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“

”ابھی تک اس کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی ہے۔ میں خود سخت

حیران ہوں جناب۔ ویسے وہ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔

”تمہاری چالاک کس دن کام آئے گی؟“

”جی؟“

”ہاں۔ وہ تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے۔ اسے تم دیکھو گے!“

”کیا اسے ختم کر دیا جائے؟“

”یہ مجھ سے پوچھنے کی بات ہے۔ وہ مشکوک شخص ہے اور کسی شبہ کو پروان نہیں پڑھئے دیکھنا

چاہتے۔

”بہت بہتر جناب! جیگر نے کسی فلمی جلاد کی طرح گرد جھکالی اور باہر نکل آیا۔
 ”وان ٹریگوے پھر پیکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے پیکی کو گھسیٹ کر قریب لے لیا اور اس
 کے ہونٹوں کو بار بار چوسنے لگا۔ لیکن پیکی کے چہرے پر عجیب سی اداسی چھائی ہوئی تھی۔“
 ”تو کیوں خاموش ہے ڈارلنگ! وان اسے بھیجیتا ہوا بولا۔

”اوہ۔ لیکن ڈیر۔۔۔ میں سوچ رہی ہوں کہ۔۔۔۔۔ کہ

”ہاں، ہاں کیا سوچ رہی ہے۔

”میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں وہ ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ کرے“

”کون عمران؟ ٹریگوے نے کہا۔

”ہاں“

اوہ۔ اب وہ اتنا خطرناک بھی نہیں ہے کہ ٹریگوے کے لئے خطرہ بن سکے۔ میں بے مقصد
 کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن ضرورت پڑنے پر قتل عام بھی کر سکتا ہوں۔ تمہیں اس کی فکر نہ کرنا
 چاہیئے۔ ٹریگوے نے کہا۔ اور لڑکی خواہ مخواہ ہنسنے لگی۔ اس کا ذہن اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔
 اور اسکی ہنسی بے جان اور کھوکھلی محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن شاید ٹریگوے اسے محسوس نہ کر سکا۔

”ہم واپس کب تک چلیں گے ڈیر؟ لڑکی نے پھر پوچھا۔

”تو میرے بوسوں کا جواب گر مجبوری سے نہیں دے رہی پیگی۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے پیگی۔

ٹریگوے نے پوچھا۔

میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے ٹریگوے؟

”ادہ میں سمجھا۔ میں اس بنک منیجر کو تو بھول گیا جس کے ساتھ تو چند رنگین لمحے گزار چکی ہے۔ ٹریگوے نے اسے جھنجھوڑ دیا۔

لیکن وہ تیرے قدموں کی دھول بھی نہیں ہے۔ وان بولا۔ لڑکی کو جیسے ہوش آ گیا۔ اور وہ دوسرے لمحے وان ٹریگوے سے چمٹ گئی۔ وان مسکراتے لگا تھا۔ خطرناک سے خطرناک شخص عورت کے ہاتھوں گدھا بن جاتا ہے۔



”آنکھوں پر لگاؤ۔ ڈاکٹر داؤد نے نیلے شیشے والی عینک عمران کو دیتے ہوئے کہا۔ اور دوسری اپنی آنکھوں پر لگالی۔ عمران نے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

اس وقت وہ ڈاکٹر داؤد کی لیبارٹری کے ایک زمین دوز کمرے میں تھا۔ جہاں چاروں طرف نفیس قسم کے شیشے کے بڑے بڑے گلوب لگے ہوئے تھے۔ عجیب ساخت کی چھوٹی ٹنکیاں۔ روں طرف ایک جال کی سی شکل میں لگی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر داؤد نے ایک سوچ بورڈ سے ایک پلگ لگا کر اس کے تار تابوت میں لیٹے ہوئے شخص کے تلوؤں سے باندھ دیئے تھے۔ اور پلگ سوچ بورڈ میں لگا لیا تھا۔ اس کام سے فائدہ ہو کر وہ ایک مشین کے قریب پہنچ گئے جس کا ٹیبل کسی ڈائنامیٹ کیس کے ہینڈل کی طرح اٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹر داؤد نے اس کے قریب کھڑے ہو کر وہ عینک عمران کو دی۔

بیہوش لگانے کے بعد عمران کو ہر چیز دھندلی نظر آنے لگی اور یہاں تک کہ وہ اچھل پڑا۔ ڈاکٹر داؤد نے ہینڈل دیا دیا تھا۔ اور چاروں طرف دھمکے سے ہوئے تھے۔ بہت سی ٹنکیاں تیز روشنی سے رسیاں کرتی لگیں۔ ان کے رنگ مختلف تھے۔ گلوب جل بجھ رہے تھے اور ایک عجیب سی دھماچو کڑی مچ گئی تھی باریک باریک گھٹیاں جو نہ جانے کہاں لگی ہوئی تھیں بج رہی تھیں۔

اور عجیب خوفناک ماحول پیدا ہوا اور کمرہ لرزنے لگا تھا۔ اور روشنیوں کے جھماکے ہورہے تھے اگر عینک عمران کی آنکھوں پر نہ ہوتی تو یقیناً وہ بنیائی کھو بیٹھتا۔ ! وہ عینک کی اہمیت سمجھ رہا تھا۔ ڈاکٹر داؤد نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر ٹھیک تیسرے منٹ پر انہوں نے ہینڈل کھینچ لیا۔ اور فضا ساکت ہو گئی سب کچھ بند ہو گیا تھا۔ اور کالوں میں ایک عجیب سی سائیں سائے گونج رہی تھی۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے چکر آرہے تھے۔

ڈاکٹر داؤد نے تیزی سے آگے بڑھ کر ایک شخص کے تنوؤں سے وہ تار کھول کر ایک طرف ڈال دیا۔ اور تابوت میں بیٹھے ہوئے شخص کو غور سے دیکھنے لگے وہ اب بھی اسی طرح لیٹا ہوا تھا ڈاکٹر نے ایک الماری سے ایک سرنج اور انجکشن نکالا اور انجکشن کا سر توڑ کر اس کی دوا سرنج میں کھینچ لی اور اسے تابوت میں بیٹھے ہوئے شخص کے بازو میں انجکشن کر دیا۔ پھر وہ عمران کو لے کر ایک صوفے پر آ بیٹھا۔ ان کے چہروں پر گہری تشویش کے آثار تھے۔

یہ ہینڈلزم کا کیس نہیں ہے عمران۔

”کیا مطلب عمران چونک پڑا“

”میں نے اس پر غور کیا تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے کسی باہر ہینڈلزم نے اسے ہی حکم دیا ہو ہینڈلزم ایسے کرشمے دکھا سکتا ہے کہ پورے جسم کی حرکت مردہ ہو جائے اور گردن کے اوپر کا حصہ کام کرتا رہے ڈاکٹر داؤد نے کہا۔ لیکن مجھے اس میں اعتراض ہے۔ عمران بولا۔

وہ کیا؟ ڈاکٹر نے پوچھا۔

”ہینڈلزم اپنے معمول کو تو یہ حکم دے سکتا ہے کہ وہ اپنے جسم کی تمام حرکتوں کو منفلوج کر دے لیکن طب اس میں کیا کہہ سکتی ہے کیا اس کا پورا جسم یہ حکم قبول کرتا ہے میرا خیال ہے ہینڈلزم کی سچی مشق صرف دماغ قبول کرتا ہے۔ عمران کہنے لگا۔

”تمہارا خیال درست ہے لیکن حال میں ایسے بہت سے تجربات ہوئے جس میں معمول کے جسم نے ضروری طور پر یہ حکم قبول کیا ہے یعنی ایک مریض سے کہا گیا کہ تم طبعی موت مر جاؤ گے اور پھر وہ مر گیا۔ اور عضو نے کام کرنا چھوڑ دیا نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور وہ ماہر فن بھی اس سے اپنا حکم واپس لے کر زندہ نہ کر سکا۔ ڈاکٹر داؤد نے بتایا۔

ادہ ایچھا۔ افسوس میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ عمران نے کہا۔

”میں نے ہیٹاٹرم کے اثر کو زائل کرنے کے لئے وہ قوت استعمال کی تھی جو ابھی تک شاید کسی نے دریافت نہیں کی۔ ہے یہ مشین سے اسکے ذہن و جسم کو ہر قسم کے برقی جھٹکے دیئے جو اس کے ذہن نے تو قبول کر لئے، جسم قبول نہ کر سکا۔ اس کا ذہن ابھی ناکارہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد درست ہو جائے گا۔ رہا سوال جسم کا۔؟ یہ حقیقت ہے کہ میں ابھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن یہ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکے گا۔ اور نہیں اس کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔

ٹھیک ہے۔ کیا حرج ہے۔ لیکن آپ اسے پوری طرح محفوظ رکھیں گے عمران نے کہا۔

”ظاہر ہے میں سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گئے۔ عمران تھوڑی دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا پھر اجازت لیکر اٹھ گیا۔ اسکے چہرے پر فکر کے آثار تھے۔

آج کل اس کا ذہن الجھن کا شکار تھا کیونکہ دو خطرناک مسئلے سامنے تھے۔ طویل القامت شخص کو بھی یونہی نہ چھوڑا جاسکتا تھا۔ اور تالیوتوں کا کمہ پر اسرار تھا۔ طویل القامت شخص اس دن کے بعد سے ٹپ ٹاپ میں نہیں آیا تھا۔ عمران بلیک زیرو کی وجہ سے تعاقب نہیں کر سکا تھا۔ ورنہ وہ کم از کم اسکی رہائش گاہ تو معلوم کر لیتا۔ اور ٹپ وہ بالکل اندھیرے میں تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ طویل القامت یہاں کیوں آیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے؟

وہ انہیں خیالات میں اپنی کار تک پہنچ گیا اور پھر ٹوسیٹر اسٹارٹ ہو کر سڑک پر نکل آئی وہ آہستہ روی سے اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ٹریفک زیادہ نہیں تھی۔ حالانکہ ابھی زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن یہ جگہ سنان ہی رہتی تھی۔ عمران خیالات میں ڈوبا چلتا رہا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ تمام ملکوں کے سفارت خانوں سے یا وزارت داخلہ سے اس طویل القامت کے بارے میں معلوم کرائے گا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور باقاعدہ آیا ہے یا چوری چھپے۔ اسی طرح اور وہ باقاعدہ آیا ہے تو ہوشیار ضرور ہو جائے گا۔ لیکن

عمران سوچتا رہا۔ اور پھر کسی کار کا بارن سن کر اس نے اپنی کار ایک طرف کر لی۔ ایک سیاہ مرسدیز اس کے برابر کونے سے نکل گئی۔ لیکن وہ اپنے پیچھے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ چھوڑ گئی۔ چیخ سو فیصدی نسوانی تھی۔ عمران نے اس کے الفاظ صاف سنے تھے۔ کسی عورت نے کہا تھا۔

بب۔ بچاؤ۔ اور فوراً ہی اس کا منہ پھینچ دیا گیا تھا۔

اس نے کار کی طرف دیکھا۔ جس کی ٹیل لائٹ مدہم ہوتی جا رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس کا پاؤں ایک سیٹیر پر دبتا چلا گیا اور اسپورٹ ہو ا ہو گئی۔ بہت جلد اس نے آنے والی کار کو جا لیا اور پھر وہ ایک فرلانگ کے فاصلے سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ کار کا رخ شہر کی طرف ہی تھا۔ کئی ایک موٹر پر جا کر وہ شہر سے باہر جانے والے ایک راستے پر مڑ گئی۔ عمران نے بھی ٹوسیٹر اس طرف موڑ دی۔ ویسے احتیاط کے طور پر اس نے اپنی کار کی تمام بتیاں بجھا دی تھیں۔ آگے جانے والی کار شہر سے دوڑا ایک تفریح گاہ جانے والی سڑک پر جا رہی تھی اس تفریح گاہ

میں چھٹی کے دنوں میں بہت زیادہ رش رہتا تھا۔ عام دنوں میں یہ سنان پڑی رہتی تھی۔ کار کی منزل وہی تفریح گاہ تھی۔ گھنے درختوں کے نیچے ایک خوبصورت عمارت جس میں سینکڑوں کمرے تھے اور انہیں کرائے پر حاصل کیا جاسکتا تھا۔ عمارت کے عقب میں ایک جمیل دور تک

چلی گئی تھی۔ جس کے کنارے درختوں سے گھرے ہوئے نہایت ہی خوبصورت مکہ پر اسرار جگہ تھی۔

کار درختوں کے درمیان غائب ہو گئی۔ عورت کی اب کوئی آواز نہ تھی جس کا مطلب تھا کہ اسے بے ہوش کر دیا گیا ہے۔ عمران نے سوچا۔ اور وہ اپنی کار ایک درخت کی آڑ میں روک کر نیچے اتر آیا۔

وہ درختوں کی آڑ لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اب کسی قسم کی آواز نہ سنائی دے رہی تھی ممکن ہے وہ لوگ عمارت کی طرف گئے ہوں۔ اس نے سوچا اور درختوں کے درمیان آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

اچانک اسے اپنے کانوں کے قریب ایک آواز سنائی دی۔ اور وہ چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں کھلا کر دیکھا۔ ایک عجیب چیز تھی۔۔۔۔۔ ستارے ناگول لٹوکا ایک سراسر ایک درخت کے تنے میں گھسا ہوا تھا۔ باقی سرے نکلے ہوئے تھے اور ایک سرے میں ایک باریک تار بندھا ہوا نہ جلنے کہاں تک چلا گیا تھا۔ عمران اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس وقت ایک دوسری آواز سنائی دی اور عمران چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ ویسے ہی دوسرا ستارہ ایک درخت میں پیوست تھا۔ اس کا تار بھی دور تک چلا گیا تھا۔ اور پھر کئی ستارے مختلف درختوں میں پیوست ہو گئے۔ عمران کی چھٹی حس نے خطرے کا اعلان کر دیا۔ یہ صرف تماشہ نہیں ہو سکتا تھا یہ تار اور ستارے کچھ نہ کچھ معنی فرورہ کھتے تھے۔ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا ابھی دیکھ رہا تھا۔

اور اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ لیکن وہ چیخ صرف دھوکہ تو نہیں تھی۔ اسے پھانسنے کیلئے یہ چال بھی چلی جاسکتی تھی۔ وہ چیخ پر غور کرنے لگا۔

اور مختلف سوالات کے بعد اس کے ذہن تے جواب دیا کہ چیخ نالوے فیصد فراڈ

ی ہو سکتی ہے۔ مگر..... اب کون اسے پھانسا چاہتا ہے۔ بہر صورت ان ستاروں کا راز
بھی جاننا ضرور تھا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اس وقت ایک اور ستارہ اس کے قریب
سے گزر کر ایک درخت میں پیوست ہو گیا۔ عمران جلدی سے زمین پر لیٹ گیا۔ اس طرح
کم از کم وہ کسی پھینکی جانے والی چیز سے بچ سکتا تھا۔ ویسے اس نے بھی پستول نکال کر ہاتھ میں
لے لیا تھا۔ وہ زمین پر کھسک کر آگے بڑھنے لگا

اور پھر ایک درخت کی آڑ سے کسی نے اس پر پھلانگ لگا دی۔ لیکن پھلانگ لگانے
والے سے ذرا سی اندازے کی غلطی ہو گئی۔ اس کی گردن ایک تار سے پٹخ ہو گئی اور....
عمران نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔

تار میں خود بخود دبل لگ گیا۔ اور ایک کٹی ہوئی گردن اس کی پشت پر آپڑی۔ بقیہ دھڑ
اس سے چند فٹ کے فاصلے پر تر پ رہا تھا۔ یہ خوفناک شہر بہیرت انگیز تھا۔ اگر عمران اسے
چھو کر دیکھنے کی کوشش کرتا تو اس کا بھی یہی مشر ہو سکتا تھا۔
اس نے نیچے جھکے جھکے ایک پھلانگ لگائی۔ اس کیلئے یہ تمام درخت خطرناک ثابت
ہو سکتے تھے۔ نہ جانے کہاں کہاں یہ تار موجود ہوں اس لئے اس نے لیٹے لیٹے کھسکنا ضرور
سمجھا۔ وہ اس طرف بڑھ رہا تھا۔ جدھر اس نے ٹوسیٹر کھڑی کی تھی۔

پھر کسی کی خوفناک آواز سنائی دی ”دیکھو۔۔۔۔۔ نکل گیا اور پھر بہت سے قدم ادھر
ادھر دوڑنے لگے۔

عمران ان پر باسانی فائرنگ کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت یہاں سے نکلنا بہتر تھا۔ اس
کے لئے باقاعدہ جال تیار کیا گیا تھا۔ اور بہادری کا مظاہر اسے مصیبت میں بھی پھنسا سکتا
جو اس وقت قطعی مناسب نہ ہوتی۔

ویسے اسے اب اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ تاروں کے جال سے باہر نکل آیا ہے ورنہ لوگ اس طرح نہ بھاگتے دوڑتے، دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ درختوں کے درمیان اب بھی بھاگ دوڑ ہو رہی تھی اور اچانک فائرنگ شروع ہوئی۔ وہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور ایک دوسرے پر فائرنگ کر بیٹھے تھے۔

عمران تیزی سے ٹوسیٹر کی طرف دوڑتا رہا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اچانک اسے ٹھٹھک جانا پڑا..... ایک آدمی ٹوسیٹر کے پاس کھڑا تھا۔ شاید وہ اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے عمران کے قدموں کی آواز نہیں سنی تھی ورنہ چونک پڑتا۔

وہ اسی طرح ٹھٹھا رہا اور عمران بلی کی طرح دسے پاؤں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے اس آدمی پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے حلق سے ایک کرسیہ خارج نکل گئی تھی۔

لیکن وہ عمران کی گرفت سے نہ نکل سکا۔ عمران نے اس کی گردن کے ایک مخصوص حصے پر کئی ہاتھ مارے اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے جلدی سے اسے ٹوسیٹر میں ٹھونسنا اور دوسرے کچے ٹوسیٹر اسٹارٹ ہو گئی اور پھر بہت سی گولیاں اس پاس سے نکل گئیں۔

لیکن..... اب وہ کہاں ہاتھ آنے والا تھا۔ ٹوسیٹر بجلی کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ اور آٹا فائیں وہ ان سے کافی دور نکل آیا تھا۔ پارک اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اس کے چہرے پر خطرناک تاثرات تھے اور وہ پوری طرح موڈ میں تھا۔ وہی موڈ جو اسے درندہ بنا دیتا تھا اور اسی موڈ میں وہ ایسے ایسے غیر انسانی کام کر رہا تھا جبکہ توقع کسی بھی انسان سے نہ ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا بھی ہو لیکن وہ اس کی گردن تک پاس کے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دو دشمن تترنل میں داخل ہو رہا تھا۔

قیدی کو دو گھنٹے تک ہوش نہ آیا۔ ہاتھ کچھ گہرے ہی پڑ گئے تھے۔ اور یہ بے ہوشی چار گھنٹے تک بھی ہو سکتی تھی۔ اس لئے عمران نے جو لیا کو فون کر کے ہدایت کی کہ خاورد اور صدیقی کو دانش منزل بھیج دے انہیں ایک قیدی کی حفاظت کرنی ہے۔ مکمل طور سے ہوشیار رہیں۔ اور پھر وہ فلیٹ واپس چلا آیا۔ طبیعت پر الجھن اور تھکن سوار تھی۔ اس لئے اس نے سو جانے میں عاقبت سمجھی اور بستر پر پہنچ گیا۔ دوسرے دن صبح خامی خوشگوار تھی۔ ویسے کسی چیز کی خوشگوار یا ناگوار کیفیت ذہن سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ ذہن اگر پرسکون ہو تو ہر چیز دلکش نظر آتی ہے۔ عمران کا ذہن صاف تھا۔ اس نے غسل کیا اور سلیمان کا دماغ چاٹنے لگا۔ پھر اسے جلد ناشتہ کگانے کی ہدایت کر کے وہ اپنے نشست کے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے فیاض کو فون کیا۔

..... فیاض نے ریسپونڈ اٹھایا۔

”ہیلو“

”کیا حال ہے ڈیر۔ سیکرٹری غربت سے ہے۔“

”ارے عمران کہاں ہو۔ میں کئی بار فون کر چکا ہوں۔“

”غربت“

غضب ہو گیا عمران۔ اس میں سے ایک تابوت پر اسراہ طور پر چوری کر لیا گیا۔ فیاض چوری کی تفصیل بتانے لگا۔

”اوہ! عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ دوسرے کی کیا پوزیشن ہے۔“

دوسرے کی سخت حفاظت کی جا رہی ہے۔ ویسے وہ نیشنل میوزیم میں ہی ہے مگر مجھے اس کی تلاش پر لگایا گیا ہے۔

مجھے افسوس ہے فیاض! تمہارے سپرد لیے ہی کام کئے جاتے ہیں۔

”میں تو اس وقت کو رو رہا ہوں جب وہ منحوس تابلوت مجھے ملے تھے۔ فیاض بولا: ”
”فرد روؤ۔ میں منع نہیں کروں گا۔ رونے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ بہر حال اگر فریاد
ہو تو ایک کام میرا کر دو۔

”کیا کام ہے؟“

”مرغی کے بچے نکلنے کی ایک مشین درکار ہے۔ آسان قسطوں پر مل جائے تو.....!!

عمران بولا: ”وہ دراصل اس طویل القامت جرمن کے بارے میں فیاض سے تحقیقات کرنا چاہتا
تھا۔ لیکن ایک دم اس نے پروگرام بدل دیا اور یہ بکو اس شروع کر دی۔

”کیا کرو گے اس مشین کا۔ فیاض حیرت سے بولا۔

”اس میں کچھ ترمیم کر کے سالم مرغیاں نکلنے کا تجربہ کروں گا۔ عمران نے جواب دیا۔

”کیوں بولو کر رہے ہو یا۔ میں زندگی سے بیزار ہو رہا ہوں فیاض نے کہا۔

”اتنی حسین سکرٹری کی موجودگی میں بھی بیزار ہو رہے ہو۔“

”ہاں۔ ہاں۔ تمہاری بھابی قریب ہی موجود ہیں۔ کیا گفتگو کرو گے۔ فیاض جلدی سے

گھنگھار کر بولا۔ اسے خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اس کی بیوی سکرٹری کے بارے میں نہ سن لے۔

”اچھا چلو معاف کیا! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔“

”بس اسی تابلوت کے سلسلے میں۔“ فیاض بولا۔

”فکر مت کرو۔ میں تمہارے لئے ایک درجن تابلوت مہیا کر دوں گا۔ عمران نے کہا اور
فون بند کر دیا۔

فیاض سے اس نے ادھر ادھر کی گفتگو کر کے اسے ٹال دیا تھا۔ وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔ اسی

وقت پر ایسیٹ فون کی گھنٹی بجی۔ اور چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں پر ایسیٹ فون موجود تھا۔ اس نے رسیٹو اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”ہیلو“

”جولیا سر“

”کیا بات ہے بولو“

”خاور نے ایک بری اطلاع دی ہے جناب۔ جولیا کہنے لگی۔
 ”کیا بات ہے! عمران کا لہجہ خشک ہو گیا۔ شاید اسے جولیا کی تمہید بری لگی تھی۔
 ”قیدی نے خودکشی کر لی ہے“
 ”کیا مطلب؟“ عمران غرایا۔

”جی ہاں۔ خاور نے یہی اطلاع دی ہے۔ قیدی ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی ڈیڑھ گھنٹے تک بے ہوش رہا۔ خاور وغیرہ اسے بار بار دیکھ لیتے تھے۔ پھر تیسری بار خاور اور صدیقی کمرے میں داخل ہوئے تو وہ کمرے کے وسط میں پڑا تھا۔ اور اس کے منہ سے نیلے نیلے جھاگ اٹھ رہے تھے۔ شاید اس نے کوئی سریع الاثر ذرہ استعمال کیا ہے۔“

”جولیا نے بتایا؟“

”ادھر! عمران کے ہونٹ سکڑ گئے۔ یہ اطلاع واقعی افسوسناک تھی۔ خود اس نے لاپرواہی برتی تھی۔ ورنہ اسے کم از کم قیدی کے لباس کی تلاشی ضرور لینا چاہیے تھی۔ وہ ایک منٹ کے لئے کچھ نہ بول سکا۔

بہر حال اب کیا ہو سکتا تھا۔ ایک کلیو ملا تھا۔ وہ بھی لاپرواہی کی تندر ہو گیا۔ ٹھیک ہے۔ ان لوگوں کو وہیں رہنے دو۔ میں عمران کو فون کر کے وہاں بھیجتا ہوں۔ وہ اس لاش کے بارے میں کوئی ترقی

کرے گا۔ انہیں ہدایت دے دو۔ عمران ایکسٹو کے لہجے میں بولا۔

”بہتر ہے! جولیانے کہا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی پھر اس نے لباس تبدیل کیا۔ اور فلیٹ سے نیچے اتر آیا۔ چند منٹ کے بعد ٹوسیٹر وائٹ منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔ آج کل قدم قدم پر اسے خطرہ تھا۔ اس لئے اس نے تعاقب کا پورا پورا خیال رکھا تھا۔ لیکن اس وقت کوئی اس کے پیچھے نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے وائٹ منزل کے قریب پہنچ گیا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔

ساؤنڈ پروف کمرے میں خاد اور صدیقی موجود تھے۔ انہوں نے خاموشی سے اس کا استقبال کیا۔ جولیانے انہیں ہدایت دے چکی تھی۔ اس لئے وہ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔ عمران نے لاش کا بغور معائنہ کیا۔ سو فیصدی خودکشی تھی۔ اس نے پہلے تو اس سے نکلنے کی کوشش کی ہوگی۔ لیکن وہ قرار کی راہ نہ پانچ کر خودکشی کر لی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت کچھ جانتا تھا۔ کاش اس کی تلاشی لے لی گئی ہوتی۔ بہر صورت اب کیا ہو سکتا تھا۔

اس نے لاش کے بارے میں خاد اور صدیقی کو ضروری ہدایات دیں۔ اور باہر نکل آیا۔ اب اس کے ذہن میں ایک ضد کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ان تمام لوگوں کو منظر عام پر لانا چاہتا تھا۔ جو اس تمام ہنگامے کے بانی تھے۔ اور اسی سلسلے میں ٹیپ ہنگامی قدم اٹھایا جائے اس نے ٹوسیٹر کا رخ ایک طرف کر دیا۔

دو پہر تک وہ بڑی طرح مصروف رہا۔ اس نے تمام کوششیں اس حرمین شخص کے بارے میں معلوم حاصل کرنے میں صرف کر دی تھیں۔ لیکن کسی سفارتخانے اور کسی جگہ سے اس کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا۔ جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ غیر قانونی طور پر یہاں داخل ہوا ہے۔ عمران نے طے کیا کہ اب جب بھی وہ نظر آیا اس پر ہاتھ ڈال دے گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ اس کے علاوہ تباہوں کا چکر۔

دیر تک مصروف رہنے کے بعد وہ واپس فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ فلیٹ میں داخل ہوتے ہی سلیمان نے بتایا کہ سرسلطان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ جس وقت بھی وہ آئیں رائے نہیں فون کر لیں۔

”ہوں! عمران ایک طویل سانس لیکر فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے سرسلطان کی کوٹھی نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے کسی کے بولنے پر سرسلطان سے بات کرتے کی خواہش ظاہر چند منٹ کے بعد سرسلطان فون پر پہنچ گئے۔“

”ہیلو“

”قریباًئے جناب“ عمران بولا۔

”فورا آ جاؤ“

کوئی خاص بات ہے۔“

”انتہائی خاص بات۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ سرسلطان نے کہا۔“

بہتر ہے۔ حافز ہو رہا ہوں۔ عمران نے جواب دیا اور الٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ ٹوسیٹر ایک چمچر ٹوکوں پر پھسل رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرسلطان کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ سرسلطان اسے ساتھ لے کر ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے۔ ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی رہی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی انتہائی خاص بات ہے۔..... صوفے پر بیٹھ کر عمران ایسے نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”ایک انتہائی خوفناک خبر ہے عمران! وہ چند منٹ کے بعد بولے۔ عمران بدستور خاموشی نہیں دیکھتا رہا۔“

”گورنمنٹ گولڈ اسٹور سے سارا سونا چھوری ہو گیا؟ مقامی اسٹور میں اس کا وزن ڈھائی من

تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے ڈیپارٹمنٹوں سے بھی تمام سونا غائب ہے اور..... اسکی چوکی پیتل کی ویسی ہی اینٹیں رکھی ہوئی ہیں۔ نہ جانے یہ سونا کب چرایا گیا؟ اس کا پتہ آج ہی چلا ہے۔ کسی ڈیپارٹمنٹ کو سونے کی ضرورت پڑی تو اس نے کچھ سونا طلب کیا۔ اور منظوری کے بعد مطلوبہ سونا اس کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن جب اسے چیک کیا گیا تو وہ خالص پیتل تھا۔ ایک دم کھلبلی مچ گئی اور کرنسی ڈیپارٹمنٹ نے فوراً اسٹور کو اطلاع دی۔ اسٹور کے ماہرین کرنسی ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئے اور پھران کے کہنے پر جب اسٹور کو چیک کیا گیا تو تمام اینٹیں پیتل کی تھیں۔ ایک خوفناک ہنگامہ مچ گیا۔ اسٹور کے دوسرے اسٹیشنوں کو اطلاع بھی گئی۔ اور پھر اسٹور نے بھی اطلاع دی ہے کہ وہاں سونے کی جگہ پیتل ہے۔ چند اسٹور نے تسلی بخش رپورٹ دی ہے کہ وہاں کا سونا خالص ہے۔ لیکن مجموعی حیثیت سے کوئی سولہ من سونا غائب ہے اور جانتے تھے کہ..... اگر یہ بات منظر عام پر آجائے تو..... ملک تباہ ہو سکتا ہے۔ ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ ایک خوفناک بحران پیدا ہو جائے گا۔ اور ملک میں ہنگامی صورتحال ہو جائے گی۔ نظامِ بات معمولی ہے۔ لیکن اس کے نتائج انتہائی بھیانک نکل سکتے ہیں عمران! اسد سلطان کہنے لگے۔

عمران خود سناٹے میں چلا گیا۔ یہ تیسرا اور سب سے خوفناک مسئلہ تھا۔ دو مسئلے پہلے ہی سامنے تھے۔ اور یہ تیسرا مسئلہ۔ وہ سر جھکائے سوچتا رہا۔ اور دفعۃً اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آیا..... ایک بالکل نیا خیال اور..... اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔



یہ شخص بہت خطرناک ثابت ہو رہا ہے جیگر۔ کیا تم اس کے سامنے خود کو بے بس محسوس

ر جناب۔ وہ کہنے لگا۔

”کس حیثیت سے“

”کسی بھی حیثیت سے۔ واقعات کی نوعیت کے احساس کے لئے اور تمام نکالیف

لائے طاق رکھ دیجئے عمران بولا۔

”اب تم میرے ساتھ ہی چلو۔ سر سلطان بولے۔ تم ہلکا سا میک اپ کر لو تاکہ دوسرے

شبہ نہ کریں۔

”ٹھیک ہے آپ آدھے گھنٹے کے بعد مجھے ریکسٹن پر مل جائیں میں آپ کو تیار ملوں گا۔

عمران نے کہا۔

”اوکے سر سلطان نے ردت بلائی۔ وڈئرن کی بات کو پوری پوری اہمیت دے رہے

تھے۔ عمران وہاں سے نکلا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی ٹو سیٹر فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی۔

فلیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک شاندار لباس نکالا اور

پھر چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ اس نے ایک ادھیر لیکن شاندار آدمی کا میک اپ کیا تھا۔ لباس

تبدیل کرنے کے بعد وہ پھر نیچے اتر گیا۔ نیچے آ کر اس نے ٹیکسی ٹھہرائی اور ریکسٹن پہنچ گیا۔ سر سلطان

ابھی نہ پہنچے تھے کیونکہ کچھ دیر باقی تھی۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ اور پھر اسے دور سے سر سلطان کی کار آتی نظر آئی۔ کار ریکسٹن پر رک گئی۔

اور عمران اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اطمینان سے سر سلطان کے برابر والا دروازہ کھولا اور

اندر بیٹھ گیا۔ سر سلطان ایک لمبے کیلے چکر لئے پھر سنبھل گئے۔

عمدہ میک اپ ہے۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

”شکریہ! عمران اپنی اصل آواز میں بولا۔ مطلب سر سلطان کو مطمئن کرنا تھا۔ سر سلطان

نے ڈرائیو کو ہدایت کی اور کار آگے بڑھ گئی۔ راستے میں دونوں خاموس رہے تھے یہاں تک اسٹور کی عمارت آگئی اور کار عمارت میں داخل ہوئی۔

اسٹور پر ملٹری موجود تھی۔ ویسے تمام کام بدستور چل رہے تھے اور عام لوگوں کو حقیقت کا علم بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ اسٹور کے ڈائرکٹر کے آفس میں داخل ہو گئے۔ سر سلطان نے اپنے کارڈ پیش جوایا تھا۔ اور ڈائرکٹر خود دوڑ کر چلا آیا۔ اس نے ان لوگوں کا گرجوشتی سے استقبالیہ کیا اور انہیں اپنے ساتھ اندر لے گیا۔

میری خوش قسمتی ہے جناب کہ آپ سے براہ راست نیاز حاصل ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ سر سلطان کچھ نہ بولے۔

ہم اس کو دام کا معاوضہ کرنا چاہتے ہیں جہاں سونا موجود تھا۔
”حضرت تشریف لائیے۔ ڈائرکٹر نے کہا۔ عمران گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس قسم کے لوگوں کا اسے اچھی طرح تجربہ تھا۔

اور اگر اس کا تجربہ دھوکہ نہیں دے رہا تھا تو..... وہ ایک عیاش فطرت آدمی تھا۔ وہ لوگ ڈائرکٹر کے ساتھ گودام پہنچ گئے۔ عمران ایک ایک پرچہ کا معاوضہ کر رہا تھا۔ اس نے دروازے دیکھے۔ اور پھر ڈائرکٹر کی زبانی پوری تفصیل سننے لگا۔

”آپ کا کہنا ہے کہ یہ دروازے بغیر چابیوں کے نہیں کھل سکتے۔ پھر کیا آپ کے خیال میں یہ جابیوں سے بغیر کھولے گئے۔ عمران نے پوچھا۔

”بالکل کھولے گئے ہیں۔ میں اس بات پر حیرت زدہ ہوں۔ انہوں نے اللام کے نام پر دروازے کاٹ دیئے تھے۔ لیکن دروازہ جابیوں سے ہی کھولا گیا تھا۔ ڈائرکٹر نے جواب دیا۔ عمران کی نگاہ اس کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھی اور اسے ڈائرکٹر کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت محسوس

ہوئی۔ اور اس کیفیت نے اسے شستہ کر دیا۔

”چابیاں صرف آپ کے پاس رہتی ہیں“

”جی ہاں“

”ایک ہے یا ایک سے زیادہ تھیں“

”دو تھیں..... لیکن..... ایک..... بگم ہو گئی۔ ڈائریکٹر جلدی سے بولا۔

کیا؟ عمران نے گرفت کی۔

”بہت عرصہ کی بات ہے؟“

”اندازاً“

”دو سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔“

”آپ کے فائل میں رپورٹ ضرور ہوگی ایک اہم مسئلہ تھا۔

”میں نے ضرور جی نہیں سمجھا کیونکہ میرے دفتری معاملات تھے۔ ڈائریکٹر بولا۔

اودہ! معاف کیجئے۔ میرا مقصد آپ کی خیانت نہیں تھا۔ عمران جلدی سے بولا۔

”کوئی بات نہیں ہے۔ ڈائریکٹر نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا۔ اور پھر حینڈ منٹ فریڈگف

کے بند وہ وہاں سے چل پڑے۔

”کوئی اندازہ لگایا سر سلطان نے پوچھا۔“

”جی ہاں بہت جلد اطلاع دوں گا۔ ممکن ہے آج ہی دوبارہ میں آپ کو تکلیف دو

عمران نے کہا۔

”کوئی بات نہیں ہے جس وقت چاہو حاضر ہوں۔ سر سلطان خلوص سے بولے۔

مجھے یہیں اتار دیجئے عمران نے ایک جگہ کہا اور سر سلطان نے کار روک لی۔ عمران نے

گیا اور کار آگے بڑھ گئی۔

عمران چند منٹ کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر اس نے ایک ٹیکسی کو ہاتھ دیا۔ ٹیکسی رک گئی اور عمران نے اسے ایک پتہ بتایا۔ یہ پتہ ڈائریکٹر کی کوٹھی کا تھا۔ کیونکہ ڈائریکٹر مشہور آدمی تھا اور عام حالات میں اس کے مکان کا پتہ سبھی کو معلوم تھا۔ اس لئے عمران کو دقت نہ ہوئی۔ ویسے ٹی فون ڈائریکٹر کی میں بھی وہ ایک بار اس کا پتہ دیکھ چکا تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ ڈائریکٹر کی کوٹھی پر اتر گیا۔ اس نے بل ادا کیا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے پر چوکیدار نے اس کا استقبال کیا تھا۔

”افضل میاں ہیں“ عمران نے پوچھا۔ افضل ڈائریکٹر کا نام تھا۔

جی صاحب تو آفس میں ہیں! چوکیدار نے اس بے تکلف آدمی کو دیکھ کر حیران ہوا ہو جوتا ہی بے تکلفی سے اتنے بڑے آدمی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

”افوہ۔ اب مجھ سے دفتر نہیں جایا جائے گا۔ میں یہیں ان کا انتظار کروں گا۔ گھر میں دوسرے لوگ تو ہوں گے ہی۔“

”صاحب کا کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم لوگوں کے علاوہ! وفادار نوکر تے جواب دیا۔“

تو اس نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ یہ لڑکا شروع ہی سے ایسا تھا۔ اسے بھیڑی میں اس کا بچپن کا دوست ہوں۔ مجھے دیکھ کر وہ کتنا خوش ہو گا۔ تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس کے خیالات بچپن سے ہی ایسے تھے۔ اور مجھے بھی معلوم تھا کہ وہ کہیں شادی نہیں کرے گا۔ پورے اٹھ سال کے بعد آیا ہوں۔ عمران کہنے لگا۔

”آئیے صاحب اندر تشریف لائیے۔“ چوکیدار نے احترام سے کہا۔

”وفادار ملازم بھی خدا کی نعمت ہے۔ تم کتنے عرصے سے کام کر رہے ہو میاں؟ عمران نے پوچھا۔“

”پچھ سال ہوئے ہیں؟“

”اوہ۔ اوہو۔ عمران خواہ مخواہ کہنے لگا۔ اسکی ابھی تک وہی عادت ہے؟ کیا کچھ بدل گئی

ہے۔ پہلے تو ہم دونوں بڑے عیش کیا کرتے تھے۔

”صاحب ہم تو ملازم لوگ ہے۔ ہم کیا بتائے چوکیدار شرما کر بولا۔

”ارے میاں مجھ سے کیا چھپا ہے۔ کمال ہے بچپن کا دوست ہوں۔ عمران بولا۔ اور پھر

اسی طرح اس نے چوکیدار سے سینکڑوں کام کی باتیں معلوم کر لیں اور اسے یقین ہو گیا کہ کسی نے

ڈائریکٹر کو احمق بنا کر اس سے چابیاں حاصل کر لی ہیں۔ بذات خود ڈائریکٹر عیاش ضرور تھا۔ لیکن

وہ ایک اطویل عرصے سے اس عہدے پر مامور تھا۔

لیکن پولیس وہ یہ راز چھپا رہا تھا۔ اندر یہ بھی ایک حرم تھا۔ اتنے بڑے نقصان کے بعد

اسے یہ بات چھپانی نہیں چاہئے تھی۔ بہر حال وہ اس سے سب کچھ اگلو اتے کا تہیہ کر چکا تھا۔

چوکیدار شیشے میں اتر چکا تھا۔ اس لئے اس نے اندر جا کر آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ اور عمران

اندہ داخل ہو گیا۔



ساڑھے چار بجے اس نے سر سلطان کو فون کیا کہ وہ پانچ بجے تک ڈائریکٹر کی کوٹھی پر پہنچ

جا دیں۔ نہایت ضروری کام ہے۔ سر سلطان نے صبح وقت پر پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔

فون کئے ہوئے اسے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ڈائریکٹر کی کار کا ہارن سنائی دیا اور

عمران سنبھل گیا۔ وہ ڈائریکٹر کا منتظر تھا۔ چوکیدار نے اسے شاید راستے میں ہی تفصیل بتادی تھی۔

اور ڈائریکٹر اسے ساتھ لے آیا تھا۔ اور وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

اور پھر عمران کو دیکھ کر وہ بری طرح اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے

آثار پھیل گئے تھے۔

”آپ۔ آپ۔ وہ بولا۔“

ہاں۔ ہاں۔ مگر آپ نے اس بیچارے کو کیوں تکلیف دی ہے۔ جاؤ میاں تم اپنی ڈیوٹی انجام دو۔ عمران نے چوکیدار سے کہا۔ اور چوکیدار اذیت نکالتا ہوا باہر چلا گیا۔

”میں سمجھا نہیں جناب“ وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

”میں سب سمجھا دوں گا فکر نہ کریں۔ حسب معمول اپنا کام انجام دیں۔ عمران کہنے لگا۔

لیکن اس طرح میری غیر موجودگی میں..... اور پھر آپ نے اپنے آپ کو میرا عزیز بتایا تھا۔ وہ کہنے لگا۔

”قربانی رشتے میں میں آپ کا بھائی ہی لگتا ہوں۔ اور میں نے چوکیدار کو یہی رشتہ بتایا ہے۔“

عمران بولا۔

ڈائریکٹر الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے گھڑی دیکھی۔ اس نے مسرلا کو پانچ بجے کا وقت دیا تھا۔ اور اب پونے پانچ بجے تھے۔ پندرہ منٹ گزارے تھے۔

اس نے ڈائریکٹر کو باتوں میں لگا لیا۔ اور پھر پورے پانچ بجے سلطان کی کار اندر داخل ہوئی۔ چوکیدار انہیں ڈرائنگ روم تک چھوڑنے آیا تھا۔ ڈائریکٹر نے انہیں بھی حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن بہر حال وہ احترام سے پیش آیا تھا۔

اور اب..... اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھرائی تھی۔ ان لوگوں کی آمد بے معنی نہیں ہو سکتی تھی۔

سلطان کے بیٹھ جانے کے بعد عمران نے پھر سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ میرا مکمل تعارف نہیں ہو سکا تھا۔ مگر افضل میں اس پیش سیکرٹ سروس برانچ کا انسپکٹر ہوں۔ ہونے کے ذمیرے کی چوہی

ہمارے ملک کے لئے ایک تباہ کن حادثہ ہے۔ اس سے ملک کی معیشت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے یہ آپ جیسے یا سمجھ اشخاص بہتر سمجھتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ سمجھ لیجئے کہ ملک تباہی کے دھاتے پر کھڑا ہوا ہے۔ اس صورت میں سب سے پہلا خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کسی دشمن ملک کی باقاعدہ سازش بھی ہو سکتی ہے۔ ورنہ اتنے بڑے پیمانے پر سونے کی نقل و حرکت معمولی قسم کے چوروں کا کام نہیں ہے۔

کیا آپ سمجھ رہے ہیں۔

”بے شک میں آپ سے متفق ہوں۔ ڈائریکٹر نے جواب دیا۔
ایسی صورت میں ہر اس فرد کا تعاون ضروری ہے جو اس بارے میں کچھ بتا سکتا ہے۔

عمران بولا۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ڈائریکٹر الجھن آمیز نگاہوں سے عمران کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”حالانکہ آپ بھی سمجھ رہے ہیں۔ عمران اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

کیا میری توہین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جناب۔ ڈائریکٹر شکایتی انداز میں ہوم سیکرٹری کی طرف دیکھنے لگا۔

بالکل نہیں مسٹر ڈائریکٹر..... لیکن اگر آپ نے اڑنے کی کوشش کی تو شاید میں آپ کو مڑکھڑا کر

پر بھی گھسیٹتا پھروں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہیں!

انتہائی سخت لہجے میں بولا۔ اور سر سلطان چونک کر عمران کو دیکھنے لگا۔ لیکن انہوں نے اس مسئلے میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔

”یہ..... یہ انتہا ہے جناب۔ یہ انتہا ہے۔ میں ایک معزز آدمی ہوں۔ آپ مجھے

قانونی طور پر یہ سوالات کر سکتے ہیں۔ میں یہاں کوئی جواب نہیں دوں گا۔

عمران ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سفاکی برس رہی تھی۔ اور سر سلطان اس کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے۔

”میرا خیال ہے مسٹر افضل۔ آپ کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ حالانکہ کسی قیمت پر چھپے نہیں رہ سکتے۔ وہ بول پڑے۔

”لیکن افضل سے کچھ نہ کہا گیا۔

”میں تم سے ان رٹکیوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ جو تمہاری کوٹھی پر راتیں گزارتی تھیں اور میں اس خاص رٹکی کے بارے میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں جس نے.....

عمران جان بوجھ کر خاموش ہو گیا۔

تیرنشانے پر بیٹھا۔ ڈاکٹر کیمڑ کا چہرہ تار یک ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ شاید اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھپا گیا تھا۔ کئی منٹ اسی حالت میں گزر گئے۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میرا کیا حشر ہو گا؟“

کوشش کی جائے گی کہ آپ محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اس شکل میں آپ سب کچھ صاف بتادیں۔

”وہ مجھے ریگن کلب میں ملی تھی۔ خود ہی میری میز پر آگئی تھی۔ کافی خوبصورت تھی۔ میں اکیلا آدمی ہوں۔ بیوی بچوں کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بہر حال وہ میری کوٹھی میں آنے جانے لگی۔

اور..... پر سوں رات بھی وہ یہاں تھی۔ اس نے کافی وقت میرے ساتھ گزارا اور پھر مجھے شراب پلائی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ چابی اسی وقت غائب ہوئی اور اسی وقت یہ ہنگامہ

ہوا۔ چونکہ ارکبے ہوشی معنی خیر تھی۔ اسے بے ہوش کر کے ایک طرف ڈال دیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ کوئی خاص تبدیلی نہیں نظر آئی۔ کٹے ہوئے الارم کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ پھر.... کرنسی ڈیپارٹمنٹ کی اطلاع پر سب کو اصلیت کا علم ہوا۔
 ”اس کا کیا نام تھا؟“

”رینی“

”حلیہ۔ عمران نے پوچھا اور ڈاکٹر کیڑے حلیہ دہرایا۔ پورا حلیہ سن کر عمران کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اندرونی جوش کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک بہت بڑا کیلوئل گیا تھا۔ تمام محنت وصول ہو گئی تھی۔ حلیہ اس رٹکی کا تھا جسے عمران نے طویل القامت کے ساتھ دیکھا تھا۔ اور جس کے ساتھ وہ رقص کے تین راؤنڈ ناچ چکا تھا۔

کیا وہ چابیاں آپ کو واپس مل گئیں۔ عمران نے پوچھا۔

نہیں۔ میں نے دوسری چابیاں استعمال کی تھیں۔ میں اس رٹکی کی تلاش میں تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ دوبارہ ضرور آئے گی۔..... کیونکہ..... کیونکہ اس نے مجھ سے کافی محبت کا اظہار کیا تھا۔

لیکن سونے کی چوری کا سن کر مجھے اصلیت کا علم ہوا۔

عمران ایک طویل سانس لیکر کچھ موچنے لگا پھر لولا۔ ٹھیک ہے افضل صاحب۔ آپ حسب معمول اپنا کام انجام دیں۔ اور کسی نئی کیفیت کا اظہار نہ کریں۔ بہت جلد ہم چوروں کا سراغ نکالیں گے۔

افضل کچھ نہ بول سکا تھا۔ پھر عمران سر سلطان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا۔

عمران۔

”بالکل۔ سو فیصدی“

”داؤد بول رہا ہوں“

”اوہو۔ عمران سنبھل گیا“

”فوراً آجاؤ۔ مسئلہ حل ہو گیا ہے“

”فوراً آیا۔..... عمران نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ اور پھر صحیح معنوں میں اس نے فوراً

کا صحیح مفہوم ادا کیا۔ صرف ڈیڑھ منٹ میں وہ تیار ہو کر نیچے اتر آیا۔ اور دوسرے منٹ اس کی ٹویٹر
سرک پر رد درج ہی تھی۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔

ڈاکٹر داؤد کی کوٹھی حالانکہ شہر سے کافی دور تھی لیکن اس نے یہ فاصلہ انتہائی تیز رفتاری سے
طے کیا اور دسویں منٹ پر وہ کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر داؤد لیبارٹری میں تھے۔

عمران کی اطلاع ملنے ہی وہ حیرت زدہ ہو کر باہر نکل آئے۔

”تم نے فون تو مکان پر ہی ریسو کیا تھا۔ وہ بولے۔

”ظاہر ہے“

اور تمہارے فلیٹ سے یہاں تک کا فاصلہ کم از کم پون گھنٹہ کا ہے۔ داؤد بولے۔

”لیکن آپ نے فوراً آنے کیلئے کہا تھا“

”اور تم آ گئے۔ بہر حال بعض اوقات تم با فوق الفطرت ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ آؤ وہ

اسے لئے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ چند منٹ کے بعد وہ زمین دوز لیبارٹری میں تھے جہاں
تباہی رکھا ہوا تھا۔

”میں نے آخر اس کا راز حل کر ہی لیا۔ وہ کہنے لگے۔

”عمران سنسنی خیز نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔“

معمولی دماغ کا کام نہیں معلوم ہوتا عمران! ڈاکٹر داؤد پر خیال انداز میں بولے۔
”ظاہر ہے ایسے معاملات معمولی نہیں ہوتے۔ عمران نے کہا۔“

”اؤ۔ وہ تابوت کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔ اور عمران ان کے اسکے قریب پہنچ گیا۔“
یہ مرجکا ہے۔ ڈاکٹر داؤد نے انکشاف کیا اور عمران نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔
”کیا سمجھے۔“

”کچھ بھی نہیں۔ عمران نے صاف کوئی سے کام لیا۔“

”یہ بالکل مردہ ہے اور اس کو مرے ہوئے پندرہ دن سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ لیکن اسکا جسم
ایک خاص انجکشن کے ذریعے کھٹے مٹھنے سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر داؤد نے بتایا۔“
”اوہ..... مگر..... عمران حیرت سے بولا۔“

”ہاں۔ اسی بنیاد پر میں کہہ رہا ہوں کہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اور کسی معمولی دماغ
کا کارنامہ نہیں ہے۔ اسے ایک انتہائی جدید طریقے سے اس قابل بنایا گیا ہے۔“
”وہ کیا طریقہ ہے؟“

”انتہائی حیرت انگیز عمران..... سنو۔۔۔ اسکے دماغ کے اندر چند مصنوعی خلیے پریشین
کر کے رکھے گئے ہیں۔ ان خلیوں میں ایک یادداشت ہے یعنی تو عین والی یادداشت اور یہ کہ
وہ زندہ ہیں اور اگر انہیں اس تابوت سے نکالا گیا تو وہ مرجائیں گے۔ یہ خلیے ہر آواز سے متاثر
ہوتے ہیں۔ ہر آواز کے زیر دلم کو محفوظ کر کے اپنے مطلب کی بات سمجھ لیتے ہیں۔ انکو تم ان سے
عالمی سیاست یا دنیا کے کسی اور موضوع پر گفتگو کرو گے تو یہ تمہیں جواب نہ دے سکیں گے۔ البتہ
وہ بقیہ حرکات ایسی کریں گے جیسے وہ تمہاری بات سمجھ رہے ہوں گے۔ ان کے چہرے سے

لیکر گردن تک کے حصے کو ایک ایٹمی بیٹری سے چارج کیا گیا ہے اور وہ بالکل اپنی اصلی حالت میں ہے اور جب تک بیٹری کام کرتی رہے گی اس کے چہرے کا حصہ زندہ رہے گا۔ لیکن دوران خون کسی قیمت پر جاری نہیں رہ سکتا۔ جس سے صرف چہرہ سفید پڑ چکا ہے۔ البتہ چہرے کی تمام نسلوں کو ایٹمی غذا پہنچ رہی ہے۔ وہ اس طرح ملائم رہیں گی۔ اور مصنوعی طریقے سے کام کرتی ہوں گی۔

عمران حیرت کے عالم میں یہ انکشاف سن رہا تھا۔ یہ باتیں ناقابل یقین ضرور کہی جاسکتی تھیں۔ لیکن موجودہ حالات میں سب کچھ ممکن ہے۔ دلوں کو مصنوعی طور پر دھڑکایا جاسکتا ہے۔ دل جیسے پیچیدہ حصے کا پریشن کر کے اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے مردہ جسم میں مصنوعی طور سے ایٹمی شفائی داخل کر کے اسے دوبارہ کچھ دیر کیلئے زندہ کیا جاسکتا ہے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

لیکن..... یہ طریقہ حیرت انگیز تھا۔

”کیا وہ بیٹری بھی اپریشن کر کے دماغ میں رکھ دی گئی ہے۔ چند منٹ کے بعد عمران نے پوچھا۔“

نہیں..... یہ طریقہ بھی دلچسپ اور سائنٹیفک ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ ذہین آدمی یہ سب کیوں کیا ہے۔ اس سے اسکا کیا مطلب حل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر داؤد کہنے لگے۔

”پھر بیٹری کہاں ہے؟“

”اسے پکڑو۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا۔ اور عمران تابوت کے پائنتی پہنچ گیا۔ اسے یہ سب کچھ بیب سانسوس ہو رہا تھا۔ انہوں نے تابوت میں لیٹی ہوئی لاش کو اٹھایا اور لاش نے آنکھیں مائل دیں۔ آہ کیا کر رہے ہو؟..... ایسا مت کرو۔ ایسا مت کرو۔ ہم بالکل مر جائیں گے بجائو۔ خدا کیلئے..... باز آ جاؤ..... ہو سکتا ہے وہ ہمیں معاف کر دے۔ اوہ۔ اوہ..... لاش پھنے لگی۔ اور عمران کے ہاتھ لرز گئے۔ لیکن ڈاکٹر داؤد پر اس کی چیخ و پکار کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے اسے ایک سفید رنگ کی میز پر لٹا دیا۔ وہ اب بھی چیخے جا رہا تھا۔ لیکن اب

اس کی آواز بتدریج کست پڑتی جا رہی تھی۔ اور پھر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔
ڈاکٹر داؤد نے اسے غور سے دیکھا۔ اب یہ بے جان ہے۔ وہ عمران کی طرف رخ کر کے کہنے لگے۔

”اوہ۔ عمران جھک کر تابوت کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر وہ تابوت کے بالکل قریب پہنچ کر اس پر جھک گیا۔۔۔۔۔ اور اسے خالی تابوت میں وہ چیز نظر آ گئی۔ جو ابھی ابھی اس کے خیال میں آئی تھی۔

تابوت کے سر پہنے سر کے حصے کے نیچے انتہائی باریک باریک سوراخ تھے۔ عمران نے ان پر انگلی رکھ کر دیا۔ اور اس کا پورا جسم ایک جھٹکے سے جھنجا گیا۔

تم سمجھ گئے! ڈاکٹر داؤد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔ وہ لہٹی بھری تابوت کی دوہری تہ میں ہے اور بدستور چل رہی ہے۔ وہی اسکی گون گردن تک کے حصے کو محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ کیا یہ ایک خوفناک لیکن دلچسپ کھلونا نہیں ہے۔ جسے کسی ذہین ترین دماغ نے بنایا ہے۔ میں اسے کھلونا ہی کہوں گا۔ کیونکہ اس کا کوئی مصرف میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ممکن ہے تم سمجھ سکو؟

”میں بھی اسے کھلونا سمجھتا ہوں! عمران پر خیال انداز میں بولا۔ اور ڈاکٹر وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ لیکن عمران نے کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔

————— ❦ —————

وزیر خارجہ نے وہ تار تیسری بار پڑھا اور پھر اسے لپیٹ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔
وہ کسی کا مذاق بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن ایسا مذاق کون کر سکتا تھا۔ انہوں نے تار کی مہر وغیرہ بھی دیکھی۔ وہ اسی شہر کی تھی اور

ایک اس ڈاکھانے کی تھی جو بہت مصروف رہتا تھا
بہر حال۔ ملک بھر میں ان کے سینکڑوں دوست اور دشمن تھے۔ کسی نے بھی یہ مذاق
کیا ہوگا۔ انہوں نے اس تار کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن اس نے ان کے ذہن میں
ایک غلط فہم پیدا کر دی تھی۔

اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ خوش گپیاں کرتے وقت بھی وہ اس تار میں الجھے رہے
جو انہیں آج ہی شام وصول ہوا تھا۔ اس بات کو ان کے گھر والوں نے شاید محسوس کیا ہو.....
لیکن کسی نے اس سلسلے میں پوچھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ بستر پر لیٹنے کے بعد بھی انہوں نے کئی
بار اس کے بارے میں سوچا اور پھر سر جھٹکنے لگے۔ وہ اس خیال کو ذہن سے کرچنا چاہتے تھے۔
لیکن تار کا مضمون بار بار ان کی نگاہوں میں ابھر آتا۔

”تم اس عہدے کے قابل نہیں ہو اس لئے فوراً مستعفی ہو جاؤ..... ورنہ..... زبردست
نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ میری وارننگ ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو نمونہ دیکھ لینا۔
کیا نمونہ دیکھ لینا۔ کون ان کے استعفیے سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کسے ان کے استعفیے
سے خاص فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ شاید کسی اپوزیشن پارٹی کی حرکت ہے۔ وہ اپوزیشن کے لوگوں کے
بارے میں سوچنے لگے۔ اور نہ جانے کب انہیں نیند آگئی۔

پھر ان کی آنکھ کسی شور سے بھی کھلی تھی۔ انہوں نے تکلے کے نیچے سے پستول نکالا اور جلدی
سے بستر سے نیچے اتر آئے۔ وہ فوراً ہی باہر نہیں نکلتا چاہتے تھے۔ پھر ان کے کانوں میں آگ آگ
کا شور سنائی دیا۔ اور وہ بولکھلا کر باہر دوڑے۔

اور ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ کوٹھی کے کئی حصوں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ وہ اپنی
جگہ ساکت رہ گئے۔ اور اس وقت ان کے کمرے کے دروازے کے کئی شیشے ٹوٹ گئے۔ غالباً کسی

بے آواز پستول سے فائرنگ کی گئی تھی۔ وہ جلدی سے زمین پر لیٹ گئے۔ لیکن پھر کوئی گولی نہیں چلی۔ ویسے آگ ایسے حصوں میں تھی جہاں سے گھر کے افراد کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے الجی تھوڑا سا سکون تھا۔

پھر وہ ہمت کر کے اسی طرف بڑھ گئے۔ جہاں گھر کے دوسرے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ گیٹ پر پہرہ دینے والے سنترلیوں نے شاید فائر بریگیڈ کو فون کر دیا تھا۔ کیونکہ چند ہی منٹ کے بعد فائر بریگیڈ کے انجنوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ اور پھر انجن کو کھٹی میں داخل ہو گئے۔ فائر مین چاروں طرف دوڑ کر آگ بجھا رہے تھے۔ آگ بہت زیادہ خطرناک نہیں تھی۔ اس لئے اس پر قابو پایا گیا۔ لیکن وزیر خاں جہ ساکت تھے۔ آگ بجھ گئی۔

اور..... اس دن صبح کو کسی نے انہیں فون کر کے اس آگ کے بارے میں کہا کہ ”میری وائنگ تھی۔ اور فون بند کر دیا۔“

اب اس بات کو صرف وہم نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس لئے وزیر خاں جہ رڈی کی ٹو کری میں سے تار تلاش کرنے لگے۔



وزیر خاں جہ کی کوکھی میں آگ کی خبر تو اخبارات میں چھپی تھی۔ لیکن اس کی وجہ نامعلوم تھی۔ صرف یہ لکھ دیا تھا کہ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ لیکن اس دن وزیر دفاع نے وزیر داخلہ کو فون کر کے ایک تار کے بارے میں بتایا جو انہیں ملا تھا۔ تار کا مضمون وہی تھا۔ جو وزیر خاں جہ کو ملنے والے تار کا تھا۔ اور وزیر خاں جہ صرف وزیر داخلہ کو اس مضمون کے تار کے بارے میں بتا چکے تھے۔ اس لئے وزیر داخلہ سخت پریشان ہو گئے۔ پہلی مرتبہ انہیں ان واقعات کے سنجیدہ اور اہم ہونے کا احساس ہوا۔ انہوں نے فوراً سر سلطان سے رابطہ قائم کیا۔ اور انہیں اس نئے تار کے بارے میں بتاتے لگے۔

پہلے تارکے بارے میں بھی انہوں نے اس وقت بتایا تھا۔ اور کہا تھا۔

”اب مجبوراً یہ اطلاع محکمہ سرائے سانی کو بھی دینی پڑی تھی۔ تاکہ ان لوگوں کی حفاظت کا انتظام ہو جائے لیکن میں چاہتا ہوں کہ سیکرٹ سروس بھی اس سلسلے میں خاموش نہ رہے۔

”بہت بہتر جناب میں اسپیشل ہدایات جاری کروں گا۔ سر سلطان نے جواب دیا۔ اور پھر انہوں نے عمران کو ہر ممکن جگہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اور عمران مل گیا۔ سر سلطان نے اسے اپنی کوٹھی میں طلب کیا اور..... کچھ دیر کے بعد عمران ان کے سامنے تھا۔

”میں کچھ دن سے محسوس کر رہا ہوں۔ کہ یہ ہنگاموں کا شہر بن کر رہ گیا ہے۔ انتہائی خوفناک اور سنگین واقعات پیش آرہے ہیں۔ سونے کی چوری کے بارے میں ابھی کچھ معلوم نہیں ہوا..... کہ یہ خوفناک واقعات شروع ہو گئے۔

”میں نہیں سمجھا۔ عمران بولا۔“

تم نے وزیر خارجہ کی کوٹھی کی آگ کی خبر شاید پڑھی ہو۔ بہر حال اس کا بیک گراؤ نہ بڑا عجیب ہے۔ سر سلطان تفصیل سے عمران کو بتانے لگے۔ اور عمران کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار ابھرتے۔

”وزیر داخلہ نے بذات خود مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سیکرٹ سروس اس معاملے میں پوری طرح متوجہ ہو جائے۔ ویسے تمہارے خیال میں عمران یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ سر سلطان کہنے لگے۔

”میں مصروف ہوں جناب۔ بہت سے معاملات ایک ساتھ پیش آئے ہیں۔ بہر حال آپ فکر نہ کریں۔ میں دیکھوں گا عمران نے کہا اور پھر وہاں سے اٹھ گیا۔



عمران نے کھڑے وقت دیکھا دو بچنے والے تھے۔ وزیر دفاع کی کوٹھی میں اب چل پل بھی

ختم ہو گئی تھی۔ شاید وہ لوگ مطمئن ہو گئے تھے۔ ویسے پولیس اب بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ یہ تمام انتظامات حکمران غرسانی کی طرف سے کئے گئے تھے۔

عمران نے کیپٹن فیاض کو بھی عمارت سے نکلنے دیکھا تھا۔ اس بیچارے کی بھی زندگی عذاب بنی ہوئی تھی۔ پلے درپلے واقعات درپیش آرہے تھے۔ اور ذہن لکھن چکر بن کر رہ گیا تھا۔

بہر صورت۔ خود عمران بھی وزیر دفاع کی کوٹھی کے قریب ایک ایسی جگہ موجود تھا۔ جہاں کا کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔..... وہ نہ چاہتے تھے باوجود یہاں چلا آیا تھا۔ ویسے سیکریٹ سروس کے تمام ممبرس تو اسی وقت کوٹھی کے پھیلا دیئے گئے تھے۔ جب وہ سر سلطان کے پاس آیا تھا۔ لیکن وہ خود بھی آگیا۔ وہ ان سب کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔

لیکن اب دو بچ چکے تھے اور ابھی کوئی خاص واقعہ نہ پیش آیا تھا۔ اب تو تمام وقت یہیں گزارنا ہی بہتر تھا۔ ورنہ یہاں سے نکلنے کی کوشش میں وہ پولیس کے ہاتھوں نقصان بھی اٹھا سکتا تھا۔

یہ ایک نالہ تھا جو کوٹھیوں کے سامنے سے برسات کے پانی کے نکاس کیلئے بنایا گیا تھا۔ اور آج کل چونکہ برسات کا موسم نہیں تھا۔ اس لئے خشک پڑا ہوا تھا۔ ہر کوٹھی کے سامنے نلے کے اوپر پلیسی بنی ہوئی تھی۔ جس پر سے گاڑی وغیرہ گزر سکے۔ ایسی ہی ایک پلیا کے نیچے عمران تھا۔ یہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ کسی کی توجہ اس طرف لگی ہی نہیں تھی۔

سواد اور پھر ڈھائی بج گئے۔ عمران نے ایک طویل سانس لی اور جیب میں جیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ لیکن پھر وہ ساکت ہو گیا۔ اسے چند سائے اس نلے میں ریگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ چونکہ کھلے ہوئے نلے میں تھے اور عمران پلیا کے نیچے اسلئے وہ محفوظ تھا۔ لیکن وہ تاروں کی چھاؤں میں نظر آ رہے تھے۔

عمران نے سانس تک روک لیا کیونکہ وہ زیادہ دور نہ تھے۔ اور پھر پلیا کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔

عمران بلیا کی دیوار سے چپک گیا۔ لیکن وہ سب وہیں رک گئے تھے۔
 ”یہاں سے نشانہ صاف لیا جاسکتا ہے کسی نے کہا۔

”غور کر لو۔ کافی زبردست انتظامات ہیں۔ ہمیں فوراً فرار ہونا ہو گا۔“

”اس کی فکر مت کرو۔ اس بار ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

وہ لوگ آگ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ باہر کوئی غور نہیں کرے گا۔

”جون شروع ہو جاؤ۔ کسی نے کہا۔ اور ایک آدمی کچھ کرنے لگا۔ عمران یہ نہ دیکھ سکا تھا۔ کہ اس نے

کیا کیا۔ صرف ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ ویسی ہی آواز دوبارہ اور پھر تیسری بار سنائی دی۔

اور.... عمارت سے شور سنائی دینے لگا۔ عمران بمشکل اپنے آپ پر قابو پاسکا تھا۔ وہ لوگ

شاید آگ لگانے والے گولے پھینک رہے تھے۔ اسکے بعد بھی انہوں نے بہت سے گولے پھینکے اور پھر

وہ نالے میں جھکے جھکے ایک طرف بڑھنے لگے۔

عمران تیزی سے اپنی جگہ سے نکل آیا۔ وہ بھی اسی طرف چل دیا تھا جدھر وہ سائے جا رہے تھے۔ اور

پھر سائے نالے سے باہر نکلنے لگے۔

اور اس وقت عمران نے ایک سائے پر حملہ کر دیا۔ ایک کامیاب حملہ، اسنے اسے بری طرح دبوچ

لیا تھا اور اسکا ہاتھ سائے کے منہ پر جم گیا۔

اس کے ساتھ ہی اچانک نالے سے نکلنے والے سائے تیز روشنی میں نہا گئے۔ اور پھر فائروں کی

آوازیں گونج اٹھیں۔ روشنی میں آنے والے اچھل کر بھاگے۔ اور پولیس ان پر اندھا دھند گولیاں برسا

لگی۔ عمران کا شکار پوری طرح اس کے قابو میں تھا۔ لیکن عمران کے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے

کیونکہ شکار کا نرم و گداز جسم اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش میں اس سے بری طرح بھڑا ہوا تھا۔ وہ کوئی

رٹکی تھی۔ لیکن عمران کسی قیمت پر اسے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

ویسے وہ ابھی اسے لیکر باہر بھی نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ کیونکہ پولیس بھی اسی طرف آنے والی تھی۔ لیکن کھلے ہوئے نالے کی بجائے کوئی پلیدیا بہتر رہتی جس کے پیچھے پولیس کی نظروں سے محفوظ رہا جاسکتا۔ عمران نے سامنے دیکھا اگلی عمارت صرف چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ اسلئے وہ لڑکی کو دبائے ہوئے پلیدیا کے پیچھے لگ کر پولیس کے دوڑتے ہوئے قدم اسی طرف آرہے تھے۔ اور شاید اسی لئے لڑکی بھی پرسکون ہو گئی۔ اسنے جلدوجہ ختم کر دی تھی۔ پولیس نے تیزی سے نالہ بار کیا۔

لیکن اس وقت کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز نہ سنائی دی اور پولیس نے گولی چلا دی... لیکر..... آواز دور ہوتی چلی گئی۔ وہ لوگ صاف نکل چکے تھے۔
 ”چھوڑ دو مجھے۔ تم کن ہو؟ لڑکی نے سرگوشی کی۔“
 ”خاموش رہو ڈارلنگ ورنہ یہ نالہ ہمارا مقبرہ بھی بن سکتا ہے۔“
 ”عمران! آہستہ سے بولا۔“

لڑکی پھر ساکت ہو گئی۔ ویسے وہ اب بھی عمران کے جسم سے چپٹی ہوئی تھی لیکن اب عمران کی گرفت ایسی تھیں تھی کہ وہ اس انداز سے اس کے جسم سے چپٹی رہے البتہ وہ اسکی کلائی مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ لڑکی خود بھی اس کے جسم سے علیحدہ نہ ہٹنا چاہ رہی تھی۔

پولیس والے چاروں طرف بھاگتے دوڑتے رہے۔ عمارت کی آگ زور پکڑتی جا رہی تھی اور پھر فرائزمنوں کے سارن سنائی دینے لگے۔ پولیس یا بوس ہو کر دوبارہ عمارت کی طرف لوٹ گئی۔
 اس طرف بالکل ساٹھا چھا گیا تھا۔

”کیا خیال ہے باہر نکلا جلتے؟“ عمران نے پوچھا۔ لیکن لڑکی نے کو جواب نہیں دیا۔
 ”تمہارے پاس کوئی پستول وغیرہ ہے؟“ عمران نے پھر پوچھا اور پھر ایک ہاتھ سے لڑکی کے دونوں ہاتھ قابو میں کئے اور اسکا جسم ٹوٹنے لگا۔ لڑکی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

پستول برآمد ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا اور پھر وہ لڑکی کو قابو میں کئے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس کا رخ اپنی ٹو سیٹر کی طرف تھا جو ایک انتہائی محفوظ جگہ کھڑی تھی۔ لڑکی بلا چوں و چراں چل رہی تھی۔

”بیٹھو جان من! عمران نے اسے سیٹ کی طرف دھکیلا اور پھر خود بھی اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ ٹو سیٹر کا انیس انچن بغیر آڈر اسٹارٹ ہوا۔ اور وہ پھسلنے لگی۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ کھانا ہوا تھا دوسرا ہاتھ مع پستول کے لڑکی کی پسلیوں سے لگا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک لڑکی کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا۔ لیکن ایک جگہ روشنی میں اس نے لڑکی کی شکل دیکھی اور چونک پڑا۔ یہ وہی لڑکی تھی۔ طویل القامت کی سا جی جیسے ساتھ وہ ٹپ ٹاپ میں رقص کر چکا تھا۔ لیکن لڑکی اسے نہ پہچان سکی۔ کیونکہ اس کے چہرے پر ریڈی میٹ میک اپ تھا۔

دوسرا دن بڑا سنسنی خیز تھا۔ اخبارات دونوں خبریں لے اڑے تھے۔ یعنی وزیر خارجہ کی کوٹھی کو آگ۔ ان کے استعفیٰ کا مطالبہ اور وزیر دفاع کی کوٹھی کے مکمل محاصرے کے بعد میں خطرناک مجرموں کی کامیابی۔ پورے شہر کی پولیس بری طرح مصروف ہو گئی۔ انڈیشن لیڈروں نے مکمل طور پر اپنی صفائی پیش کر دی لیکن اب بھی انہیں پر شبہ کیا جا رہا تھا۔ پورا محکمہ خفیہ مصروف ہو گیا تھا اور تمام وزیروں کی رہائش گاہوں کو ملٹری کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ کسی دہشت پسند پارٹی کے امکانات پر غور ہو رہے تھے اور اس سلسلے میں ایک باقاعدہ میٹنگ کال کر لی گئی تھی۔

سر سلطان عمران کو بہت سے فون کر چکے تھے۔ لیکن عمران..... وہ اس وقت دانش منزل کے ماؤنڈ ٹیپروف کمرے میں لڑکی سے معزدارہ ہاتھ

لڑکی کی عجیب سی کیفیت تھی۔ لیکن اس نے عمران کو ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں بتائی تھی۔ عمران اندازہ کر چکا تھا کہ وہ معصوم اور خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ کافی گہری بھی ہے۔ ویسے اس نے اپنے آپ کو لڑکی پر ظاہر کر دیا تھا۔

”تو تم اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟“ اس نے آخری بار لڑکی سے پوچھا۔
 ”نہیں! لڑکی نے نہایت اعتماد سے جواب دیا۔“
 ”کچھ معمولی باتیں بھی نہیں؟“
 ”مثلاً۔“

”مثلاً کہ آگ کس طرح لگائی گئی۔“

”اوہ۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ وہ فاسفورس بم تھے جن کے ساتھ ایک انشیکر بارہ بھی تھا جو بہت تیزی سے پھیل کر بھڑک جاتا ہے۔ لڑکی نے جواب دیا۔“
 ”تم لوگ یہاں یہ حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟“
 ”ہم خدائی فوجدار ہیں۔ لڑکی مسکرائی۔“

”ہوں۔ عمران ہونٹ سکڑ کر کچھ سوچنے لگا۔ اور پھر وہ ایسی جگہ سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسے یقین تھا کہ لڑکی انتہائی چالاک ہونے کے باوجود کمرے نہ کھول سکے گی۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے ٹیلی فون پر ڈاکٹر داد کے نمبر ڈائل کئے اور ریسورٹ کان سے لگالیا۔ چند منٹ کے بعد ڈاکٹر سے سلسلہ قائم ہو گیا۔“

”میں عمران ہوں۔“

”ادہو۔ کہو۔ عمران میاں۔ خیریت۔“

”ایک اور تکلیف دہی ہے آپ کو۔ عمران بولا۔“

”تکلف کی باتیں مت کرو تم جانتے ہو میں تمہارے معاملات میں پوری طرح دلچسپ رکھتا ہوں اس لئے میرے لئے جو کام ہوا کرے فوراً کہہ دیا کرو۔ ڈاکٹر مخصوص سے بولے۔“
 ”شکریہ۔ آپ کے پاس ہینا ٹرم کے توڑ کا سامان موجود ہے اور ہینا ٹرم کرنے کا بھی کوئی انتظام ہے۔“

”خریت“

مجھے ایک مجرم سے اسکا راز اگلوانا ہے۔ ہینا ٹرمز کیا مدد کر سکتا ہے
 ”سب کچھ لوچھ سکتے ہو..... لیکن کیا وہ کوئی زیر دست قوت ارادی کا مالک ہے۔“
 ”میرا خیال ہے نہیں۔ کیونکہ وہ ایک عورت ہے۔“
 ”عورت ہے تو ٹھیک ہے فوراً آجاؤ..... میں منتظر ہوں۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا۔“
 ”حاضر ہو رہا ہوں۔ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اس کمرے سے نکل آیا۔ دانش منزل کے گیراج سے ایک تیز گاڑی نکالی اور اسے صدر گیٹ سے لگا دیا۔ پھر وہ اندر داخل ہو گیا۔
 لڑکی شاید دروازہ کھولنے کی کوشش کر کے تھک گئی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید جھنجھلاہٹ تھی۔
 وہ بولی مجھے جانے دو..... ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہیں یقین نہ آئے لیکن جب تم موت کا حکم صادر ہوا تو مجھے افسوس ہوا تھا۔ میں تمہاری وکالت کر رہی تھی کہ تم ایک معصوم آدمی ہو۔
 اور میں تمہارے لئے افسردہ ہو گئی تھی۔ لیکن اب..... تم میری ہمدردیاں کھو رہے ہو۔ مجھے چھوڑ دو۔
 میں تمہارے لئے بکا ہوں۔ تم ہر قسم کے تشدد اور تمام حربے مجھ پر آزمائے ہو۔ اب بھی ناکام رہو گے۔ میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں گی۔
 ”میں تم سے کچھ نہ پوچھوں گا جان من۔ تمہاری اتنی معصوم شکل ہے کہ میں تم پر ظلم نہیں کر سکتا۔ عمران بولا۔
 لڑکی کے ہونٹوں پر ایک نشیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر بولی۔ ”تب.... ہم
 کھٹے مزید ساتھ ساتھ گزار سکتے ہیں۔ تم خاصے حسین آدمی ہو..... اور مجھے حسین مرد پسند ہیں۔ تم نے“

بلاؤ بہ کنوا دی۔ وہ عمران کی طرف بڑھنے لگی۔

لیکن عمران اپنی فطرت کے خلاف کھڑا ہی رہا۔ لڑکی نے اس کے قریب پہنچ کر اسے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اور عمران کا ایک ہاتھ اسکی گردن کی طرف بڑھ گیا۔

اور..... پھر اسنے لڑکی کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے ایک حصے پر حقیف سا دباؤ ڈالا۔ اور لڑکی اچھل کر پیچھے ہٹ گئی وہ آنکھیں پھاڑ رہی تھی لیکن..... پھر وہ سنبھل نہ سکی۔ سنبھل جاتی تو بہت برا تھا۔ عمران نے اسے بیہوش کر دیا تھا۔ اسے جسم کی بہت سی نشوں کی خاصیت معلوم تھی۔ اس نے لڑکی کو سنبھالا اور باہر نکل آیا۔

چند منٹ کے بعد کاٹری ڈاکٹر داؤد کی کوٹھی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ اور پھر وہ کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر داؤد نے باہر ہی اسکا استقبال کیا۔ اور عمران چند ملازموں کی مدد سے اسے ڈاکٹر کی لیبارٹری میں لے گیا۔ ڈاکٹر اسے مخصوص کمرے میں لے گئے جو بالکل تاریک تھا۔ ڈاکٹر نے بلب جلا کر وہاں روشنی کر دی۔ کمرے کی دیواریں گہری نیلی تھیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی سینیٹریا یا سجاوٹ کی کوئی چیز نہیں لگی ہوئی تھی۔ بالکل سادہ سا کمرہ تھا۔ لیکن اسکا فرنیچر بہت قیمتی تھا۔

لڑکی ابھی تک بے ہوش تھی۔ ڈاکٹر نے اسے ایک صوفے پر ڈکھوایا۔ اور پھر عمران کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ”یہ کون ہے۔ انہوں نے پوچھا۔

”رات کو اسے ایک خاص جگہ سے پکڑا ہے۔ آپ نے ذمہ داریوں سے استعفیہ دلوانے کی دسکیوں کے بارے میں یقیناً سنا ہوگا۔ رات کو اسنے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے ذریعہ ان کی کوٹھی پر آگ لگائی تھی۔“

”اور؟“

”اس کے علاوہ تباہی تو توڑنے کے سلسلے میں بھی ملوث ہے۔ اور ایک انتہائی خاص سلسلہ بھی ہے۔“
 عمران انہیں سونے کی چوڑی کے بارے میں بتاتے لگا۔ پھر بولا ”نہ جانے یہ لوگ کیا کیا کرتے پھر رہے ہیں۔“

بہر حال جو کچھ بھی ہے، انتہائی خطرناک لوگ ہیں اور خاص طور سے اسکا ساتھی، میرے ایک ساتھی نے اس کے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

عمران بلیک زبرو کے سنئے ہوئے واقعات ڈاکٹر داؤد کو سنانے لگا۔ ڈاکٹر داؤد کی آنکھیں حیرت پر پھیل گئیں۔
 ”اسکا مقصد ہے کہ کوئی خطرناک سازش کی جا رہی ہے“

بے شک ڈاکٹر عجیبے اچھی طرح علم ہے کہ یہ لڑکی بہت کچھ جانتی ہے یہ ان لوگوں میں خاص اہمیت کی حامل ہے، عمران کہنے لگا۔
 فکر نہ کرو۔ میں اس کے ذہن سے ایک ایک راز نکالوں گا۔ ڈاکٹر داؤد نے کہا اور لڑکی کی طرف دیکھنے لگے جو پوش
 میں آ رہی تھی اور اس نے گراہ کر دُش بد لئے کی کوشش کی پھر اچھل کر بیٹھ گئی۔ وہ عجیب نظروں سے چاروں طرف
 دیکھ رہی تھی پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔
 ”یہ کیا حرکت ہے۔“

”حرکت میں برکت ہے عمران نے آسودہ انداز میں سر ہلایا۔“
 تم خود جھکتو گے۔ اپنے لئے خرابی کر رہے ہو۔ میرا کچھ نہ بگڑے گا۔
 ”اللہ مالک ہے! عمران نے درویشانہ انداز میں گردن ہلاتی.... اور لڑکی خوشنواز لگا ہوں سے اسے
 دیکھنے لگی پھر اس نے ڈاکٹر داؤد کی طرف دیکھا لیکن وہ ان سے کچھ نہ بولی تھی۔
 ڈاکٹر داؤد نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر ایک دیوار پر لگے ہوئے سوپے بورڈ کی طرف بڑھ گئے
 دفعتاً انہوں نے ایک بٹن دبایا اور کمرے میں تاریکی چھا گئی۔ گہری تاریکی جس میں ہاتھ کو ہاتھ سمجائی نہ دیتا تھا۔
 کیونکہ کمرے کی دیواریں گہرے رنگ کی تھیں۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے؟ لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔“

لیکن اس وقت وہ سانسے دیوار میں پیدا ہونے والی ایک روشنی کی طرف متوجہ ہو گئی اور ایسے معلوم
 ہوا جیسے ساکت ہو گئی ہو۔ روشنی آہستہ آہستہ پھوٹ رہی تھی۔ عمران کو بھی اپنے ذہن میں سنسناہٹ محسوس

ہوئی۔ لیکن اسے سر جھٹک کر اس کو دیکھ لیا۔ لیکن لڑکی ساکن و جامد اس روشنی پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ روشنی کے سائے پھیل رہے تھے۔ اور ان کی رنگت خود بخود تبدیل ہوتی جا رہی تھی کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر کمرے میں ڈاکٹر آؤد کی آواز گونجی..... بیٹھ جاؤ.... عجیب پراسرار آواز تھی۔ لڑکی محزونہ سی بیٹھ گئی۔ ”سو جاؤ.... تمہیں نیند آ رہی ہے۔ گہری نیند آ رہی ہے۔ سو جاؤ۔ تم سو رہی ہو۔ اور لڑکی کی بند ہوتی گئیں۔ چند منٹ کے بعد وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دو گی۔ ڈاکٹر لو لاء۔“

”میں جواب دوں گی۔“

”ڈاکٹر نے فاتحانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران اندھیرے کی دیر سے انہیں نہ دیکھ سکا۔ روشنی غائب ہو گئی۔ اور پھر ڈاکٹر نے ایک ہلکا بلب روشن کر دیا۔ لڑکی بے سادھ صوفے پر پڑی تھی۔ اب تم مجھے سوال بتاتے جاؤ.... میں اس سے معلوم کروں گا۔ انہیں عمران نے سوالات کی تفصیل بتائی۔ اور پھر ڈاکٹر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گئے۔“

”تمہارا کیا نام ہے؟ ڈاکٹر نے پوچھا۔“

”بی بی باور ڈ۔“

”کہاں سے آئی ہو؟“

”لڑکی نے عمران کے پڑوسی ملک کا نام لیا۔“

لیکن تم وہاں کی باشندہ نہیں ہو۔

نہیں میں نسلا فرانسیسی ہوں۔ جلا وطن فرانسیسی ہیرے پورے خاندان کو فرانس سے نکال دیا گیا تھا۔

”تمہارے ساتھی کا کیا نام ہے۔ جو تمہارا سربراہ ہے۔“

”وان ٹر گیوے۔“

”وہ کون ہے؟“

ایک نازی آفیسر لیکن وہ عرصہ دراز سے اس ملک میں پناہ گزین ہے۔ برٹش نے جواب دیا۔ اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔

”وہ وان ٹریگوے ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ سخت زخمی ہو گیا تھا۔ اسے اتحادی فوجوں کے ایک سائنسدان اتحادی فوجی ہسپتال سے اغوا کر لیا۔ مقصد ایک تجربہ کرنا تھا۔ لیکن وہ تندرست ہو گیا۔ اسے حکومت کے حوالے کر دیا گیا! اور جب سے وہ اسی ملک میں ہے۔ اسی کیلئے کام کرتا ہے اور وہاں کی سیکرٹ سروس کا ایک خطرناک آفیسر ہے۔

یہاں تم کس لئے آئے ہو

”ہماری حکومت نے یعنی اس ملک کی حکومت نے جبکہ اب ہم وفادار ہیں ہمارے سپرد ایک مشن کیا ہے۔ ماری حکومت اس وقت زبردست اقتصادی بحران کا شکار ہے اس بحران کے تحت اسے اپنے سکے کی قیمت کم چھپاتی ہے۔ جبکہ اس حکومت نے وہاں کے مقابلے میں کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اساطقہ بنانا اسنے اپنے سکے کی قیمت کم نہیں کی اس طرح ہماری پوزیشن پر زبردست اثر پڑا ہے۔ اور ہم بین الاقوامی یوں پر چھلے ہوئے تھے۔ لیکن وہ بری طرح ناکام ہو گئے۔ اس کے برعکس یہ حکومت باوقار ہوتی جا رہی ہے۔ اسکی بین الاقوامی تجارتی ساکھ بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے حکمران یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ بلان ترتیب کیا۔ ٹریگوے کو ایک پوری ٹیم کے ساتھ یہاں بھیجا گیا اور حکم دیا گیا کہ یہاں سونے کے ذخیرے چوری کر کے بے ملک بھیج دیئے جائیں۔ اور ہم یہاں پہنچ گئے۔ یہاں پولیس اور دوسرے قابل ذہنوں کو انجمن میں مبتلا کر لیا۔ ٹریگوے نے چند تجربات کئے وہ ایک ماہر سائنسدان بھی ہے۔ اسنے دو آدمیوں کو قتل کر کے ایک ایٹمی بم کے ذریعے بولتی لاشوں میں تبدیل کر لیا پھر انہیں تابوتوں کے اندر رکھ کر شہر میں رکھوا دیا اور پولیس اس پر گئی۔ اس سے قبل ٹریگوے سونے کی چوری کے انتظامات درست کر چکا تھا۔ ہمارے سفارتخانے نے اس سلسلے میں ہماری زبردست مدد کی اس نے ہمیں ایک ایسی جگہ مہیا کر دی جہاں سونا ذخیرہ کیا جاسکے

ہوئی۔ لیکن اسے سر جھٹک کر اس کو دور کر لیا۔ لیکن لڑکی ساکن دجاں اس روشنی پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ روشنی کے سائے پھیل رہے تھے۔ اور ان کی رنگت خود بخود تبدیل ہوتی جا رہی تھی کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔

پھر کمرے میں ڈاکٹر دواؤ کی آواز گونجی..... بیٹھ جاؤ.... عجیب پر اسرار آواز تھی۔ لڑکی سرزدہ می بیٹھ گئی۔
 ”سو جاؤ.... تمہیں نیند آ رہی ہے۔ گہری نیند آ رہی ہے۔ سو جاؤ۔ تم سو رہی ہو۔ اور لڑکی کی بند ہوئی کیلیں۔
 یہ منٹ کے بعد وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دو گی۔ ڈاکٹر بولے۔
 ”میں جواب دوں گی۔“

”ڈاکٹر نے فاتحانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران اندھیرے کی دھبے سے انہیں نہ دیکھ سکا۔
 روشنی غائب ہو گئی۔ اور پھر ڈاکٹر نے ایک ہلکا بلب روشن کر دیا۔ لڑکی بے مدھ صوفے پر پڑی تھی۔
 اب تم مجھے سوال بتاتے جاؤ.... میں اس سے معلوم کروں گا۔ انہیں عمران نے سوالات کی تفصیل بتائی۔ اور پھر
 ڈاکٹر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گئے۔“

”تمہارا کیا نام ہے؟ ڈاکٹر نے پوچھا۔
 ”پیچی ہاورڈ۔“

”کہاں سے آئی ہو؟“
 ”لڑکی نے عمران کے پڑوسی ملک کا نام لیا۔
 لیکن تم وہاں کی باشندہ نہیں ہو۔“

”نہیں میں نسلِ فرانسیسی ہوں۔ جلا وطن فرانسیسی، میرے پورے خاندان کو فرانس سے نکال دیا گیا تھا۔
 ”تمہارے ساتھ کیا نام ہے۔ جو تمہارا سربراہ ہے۔
 ”دان ٹرنگوے۔“
 ”وہ کون ہے؟“

ایک نازی آفیسر لیکن وہ عرصہ دراز سے اس ملک میں پناہ گزین ہے۔ لڑکی نے جواب دیا۔
اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔

”وہ وان ٹریگوے ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ سخت زخمی ہو گیا تھا۔ اسے اتحادی فوجوں کے
ایک سائنسدان اتحادی فوجی ہسپتال سے اغوا کر لیا۔ مقصد ایک تجربہ کرنا تھا۔ لیکن وہ مندرست ہو گیا۔
اسے حکومت کے حوالے کر دیا گیا اور جب سے وہ اسی ملک میں ہے اسی کیلئے کام کرتا ہے اور وہاں کی سیکرٹ
سروس کا ایک خطرناک آفیسر ہے۔

یہاں تم کس لئے آئے ہو

”ہماری حکومت نے یعنی اس ملک کی حکومت نے جبکہ اب ہم وفادار ہیں ہمارے سپرد ایک مشن کیا ہے۔
ہماری حکومت اس وقت زبردست اقتصادی بحران کا شکار ہے اس بحران کے تحت اسے اپنے کئے کی قیمت کم
کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ اس حکومت نے وہاں کے مقابلے میں کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اتنا طاقتور بنا
لیا کہ اسنے اپنے کئے کی قیمت کم نہیں کی اس طرح ہماری پوزیشن پر زبردست اثر پڑا ہے۔ اور ہم بین الاقوامی
منڈیوں پر چھلے ہوئے تھے۔ لیکن وہ بری طرح ناکام ہو گئے۔ اس کے برعکس یہ حکومت باوقار ہوتی جا رہی ہے۔
اور اسکی بین الاقوامی تجارتی ساکھ بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے حکمران یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ پلان ترتیب
دیا گیا۔ ٹریگوے کو ایک پوری ٹیم کے ساتھ یہاں بھیجا گیا اور حکم دیا گیا کہ یہاں سونے کے ذخیرے چوری کر کے
بے ملکت بیچ دیئے جائیں۔ اور ہم یہاں پہنچ گئے۔ یہاں پولیس اور دوسرے قابل ذہنوں کو الجھن میں مبتلا
کیوے نے چند تجربات کئے وہ ایک ماہر سائنسدان بھی ہے۔ اسنے دو آدمیوں کو قتل کر کے ایک ایڑی
کی کے ذریعے پولیتی لاشوں میں تبدیل کر لیا پھر انہیں تابوتوں کے اندر رکھ کر شہر میں رکھوا دیا اور پولیس
میں پھری۔ اس سے قبل ٹریگوے سونے کی چوری کے انتظامات درست کر چکا تھا۔ ہمارے سفارتخانے نے
اس سلسلے میں ہماری زبردست مدد کی اس نے ہمیں ایک ایسی جگہ مہیا کر دی جہاں سونا ذخیرہ کیا جاسکے

اور..... جب پولیس ان تابلو توں میں الجھی ہوئی تھی تو ہم نے سونے کے چھ ذخیرے چوری کر دیئے اور انہیں جزیرے روانہ کر دیا لیکن چند لوگ ہماری طرف متوجہ بھی ہو گئے اور ٹریگوسے تھوڑا سا پریشان ہو گیا۔ اسے خودی طور پر یہ کام روک دینا پڑا اور اب اسے پولیس اور دوسرے لوگوں کو اور پریشان کرنے کیلئے ایک نیا پلان کھولا ہے یعنی وزیروں کی کٹھنیوں میں آگ اور دھمکیاں، تاکہ دوسرے ذخیرے بھی خالی کئے جاسکیں لڑکی نے بتایا۔

ڈاکٹر داؤد میرٹ سے منہ پھاڑے یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ اور عمران کے چہرے پر ایک بڑے بڑے مسکراہٹ تھی اس کے تمام اندازے درست نکلے تھے۔ اس نے جھک کر ڈاکٹر سے کچھ کہا۔ اور ڈاکٹر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کیا تم نے وہ سونا اس ملک بھیجا دیا۔

”نہیں ہم نے اسے جزیرے میں اسٹور کر دیا ہے ہماری آب و ہوا..... بین الاقوامی سمندر میں ہے کیونکہ یہاں کے سمندر میں آج کل بحری مشق ہو رہی ہے اسلئے آبدوز یہاں تک نہیں آسکی۔ ورنہ اب تک کا ذخیرہ بھی بھیج دیا ہوتا۔ لڑکی نے بتایا۔ سونے کی نشاندہی کرو۔

جزیرہ ٹاکو کے مشرقی سمت کی بہاؤوں میں پھیلے ہوئے غار عاری و ذری پناہ گاہ ہیں۔ انہیں غاروں میں مونا موجود ہے۔
”ہوں۔ یہاں تم اور تمہارے ساتھی کس جگہ موجود ہیں۔
”آرگن اسکوئر کی آٹھویں کوٹھی ہمارے پاس ہے۔

”کتنے آدمی ہیں۔“

”چودہ!“

”ٹریگوسے بھی اسی عمارت میں رہتا ہے۔“

”ہمیں رہنا ہے کراچی کل وہ جزیرے پر ہے آبدوز کی وجہ سے وہاں پریشان ہے اسکا خیال ہے کہ موجودہ حالات

کی وجہ سے یہ ذخیر نکال دیا جائے لیکن جنگی منتقلی اسکی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

”غاروں میں کتنے آدمی ہیں؟“

”تقریباً بیس۔ یہ سب مقامی اور غیر ملکی ہیں۔ چند مقامی لوگ بھی ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔“

”مقامی طور پر کون کام کر رہا ہے۔ میرا مطلب ہے وزیروں کو دھمکیاں دینے کے سلسلے میں۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔“

”جھیکر۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے اور ٹریگوے کا قائم مقام ہے۔“

”اسکے علاوہ یہاں کون تمہارے ساتھ اس سازش میں شریک ہے؟“

”کوئی نہیں۔“

ڈاکٹر نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران ایک طویل سانس لے کر بولا بھٹیک ہے ڈاکٹر کیا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ یہ واقعی کھلونے ہیں بہر صورت تمام وضاحت ہو چکی ہے۔

اب اس لڑکی کا کیا کرو گے؟

اس کو سرکاری گواہ کی حیثیت سے رکھا جائیگا۔ میرا خیال ہے کہ اب اسکا کام ختم ہو گیا ہے۔ میں اسے سیکرٹ

سروس کی تحویل میں لے لیتا ہوں۔ عمران نے جواب دیا۔

بڑی خوفناک سازش ہے عمران۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس ملک کو بچانے میں تمہارا ہاتھ سب سے بڑا ہے اور تم وہ کردار انجام دیتے ہو جو دوسرے بڑے بڑے نہیں ادا کر سکتے۔ ڈاکٹر ہواؤ ڈولے

آپ کی بھی ضرور میرے ساتھ شامل رہتی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب کچھ یہ لڑکی اپنی مرضی سے قیامت تک نہ

بتا سکتی تھی۔ عمران نے کہا اور پھر ڈاکٹر ہواؤ ڈولے کو ہوش میں لانے لگے۔

ہاں پولیس وغیرہ کو اس سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں ملنی چاہیے۔ ایسی صورت حال پیدا کرنی ہے کہ صرف سیکریٹ سروس کے ممبرس ان سب پر قابو پاسکیں۔ ان سب کو ابھی اپنی سیکرٹ سروس کی تحویل میں رکھنا ہے۔ عمران بلیک زبرد سے کہہ رہا تھا۔

”حیرت انگیز واقعات ہیں جناب۔ بڑا گہرا پلان ہے خاص طور سے یہ بات کہ اسے اتحادیوں نے ہی اغوا کیا تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں نہیں تھا۔ ہم سب اسلئے حیرت زدہ تھے کہ اگر کسی جرمن کمپنی نے اسے اغوا کیا تو دوسرے لوگوں کو کیوں زندہ چھوڑ دیا۔

عمران کسی سوچ میں غرق تھا پھر وہ چند منٹ کے بعد گردن اٹھا کر بولا۔ جو لیا کو فون کر دو۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبرس آرگن اسکوائر کی آٹھویں کوٹھی کے قریب وجوہ میں پھیل جائیں۔ سخت احتیاط رکھیں۔ کسی بھی وقت تم ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ان سب کو مسلح ہونا چاہیئے۔ اسکے علاوہ گیس ماسک بھی ساتھ لے لیں۔ بہتر ہے بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر وہ فون کرنے لگا۔ اسکے بعد عمران وہاں سے اٹھ گیا۔ میں ٹھیک ساڑھے دس بجے تھیں تھوڑا سٹریٹ پر مل جاؤں گا۔ تم بھی اس پوزیشن میں تیار ہو گے اس نے بلیک زیرو سے کہا اور رانا بلیس سے باہر نکل آیا۔

اس رات..... ساڑھے دس بجے ممبی چوڑی دیگن تھوڑا سٹریٹ کے چورہے پر آرک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص کھڑکی سے گہرے دن نکال کر باہر جھانکنے لگا۔ اور کسی طرف سے ایک سایہ نکل کر دیگن کی طرف بڑھ گیا۔

”بلیک زیرو.....! ڈرائیور نے آواز دی۔

”او ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ اور بلیک زیرو گھوم کر ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں اس دیگن کو نہیں پہچان سکا تھا۔ عمران صاحب بلیک زیرو بولا۔

”خاص طور سے حاصل کی گئی ہے عمران نے جواب دیا۔ اور دیگن آگے بڑھی۔ اور باقی راستہ خاموشی سے طے کیا اور پھر دیگن روڈ کی پہلی کوٹھی کی آڑ میں انہوں نے روک دی۔ اور نیچے اتر آئے عمران کے جسم پر سیاہ لباس تھا۔ وہ دیگن کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا اور وہاں سے اسے دو پھوٹے چھوٹے سلنڈر نکالے اور ان میں لگے ہوئے چمڑے کے تسموں سے ایک سلنڈر اپنی پشت پر کر لیا۔

بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔ کوئی بہت وزنی نہیں تھا۔ کیونکہ سلنڈر چھوٹے ہونے کے باوجود بہت وزنی ہے۔

بلیک زیر و نے بھی سلنڈر کس لیا اور وہ گیس ماسک لگا کر کوٹھیوں کی آٹھ لکیر آگے بڑھنے لگا اور پھر وہ آٹھ لکیر کی پشت پر پہنچ گئے۔ کوٹھی کی کمپاؤنڈ وال زیادہ اونچی نہیں تھی۔

اب جیسے ہی وہ دونوں چار دیواری سے نیچے کودے اچانک کچھ فاصلے پر ایک غراہٹ سنائی دی۔
 سنے! عمران نے سرگوشی کی اور بلیک زیر و سنبھل گیا۔ اس وقت عمران نے اپنے سلنڈر سے لگی ہوئی ایک دی اور ایک تیز پوز فضا میں پھیل گئی۔ غراہٹ کی آواز ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ اور پھر ایک کتے کی آواز پھر پھیلانگ لگا دی۔ بلیک زیر و بے مثال پھرتی سے اس کے وار سے بچ گیا وہ دوسرے حملے کیلئے بارگاہ رہا تھا۔ لیکن..... اس نے کتے کو اپنی تھوکتی زمین سے رگڑتے دیکھا اور پھر وہ گر پڑا۔

اب بلیک زیر و کو عمران کے سلنڈر سے نکلنے والی گیس کا احساس ہوا..... دوسرا کتا بھی بے ہوش بلیک زیر و نے ایک طویل سانس لی۔ وہ اپنے سلنڈر کی پیچ و بار کر دیکھنے لگا اور... عمران کی پوری سکیم سنائی۔ عمران کے الفاظ کے بعد اس کا مقصد سمجھ لینا زیادہ مشکل نہ تھا۔

یہاں شاید بس دو کتے تھے اور وہ بیک ان کتوں کو کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر پوری طرح مطمئن تھے۔
 کے علاوہ ان لوگوں کو اور کسی قسم کی وقت نہ اٹھان پڑی اور وہ کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔
 عمران اور بلیک زیر و الگ الگ کوٹھی کے مرون کا جائزہ دینے لگے۔ اور ان لوگوں کی خواہاں بھی۔
 آج شاید ان لوگوں کا کوئی پروگرام نہیں تھا اس سے بہت جلد سو گئے تھے۔

ایک کمرے میں تین آدمی تھے ایک میں دو۔ اس طرح مختلف کمروں میں پورے چودہ آدمی موجود تھے۔ مطلب تھا کہ ان میں ایک بھی کم نہیں ہوا۔

شروع ہو جاؤ۔ عمران نے بلیک زیر و سے کہا۔ اور بلیک زیر و ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا اس نے ہول رپاٹ لگا لیا اور پیچ و بادیا۔ ہلکے رنگ دھواں کمرے میں پھیل گیا۔ عرفین منٹ عمران نے بتایا تھا۔ اور پھر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جین منٹ کے بعد وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔
 اگلے بعد عمران نے ایک دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں مختلف منزلوں پر تین آدمی اور تھے۔

بلیک زیرو نے پستول نکال لیا۔ اور عمران انہیں جھنجھوڑ کر دیکھنے لگا لیکن وہ سب بہوش ہو کر
اسکے بعد دوسرے تمام لوگوں کو بھی چیک کیا گیا اور عمران نے مطمئن ہو کر بلیک زیرو کو اشارہ کیا بلیک
ٹرانسمیٹر پر سیکرٹ سروس کے ممبرس کو کال کرنے لگا۔
”یس سر! صفدر کی آواز سنائی دے گی۔“

”سب لوگ کوٹھی نمبر آٹھ میں آ جاؤ۔ حمد علی کو کوٹھی نمبر ایک کی طرف بھیج دو۔ وہاں ایک دیگر
کھڑی ہے اسے کوٹھی میں لے آؤ؟ بلیک زیرو نے پھرائی ہوئی آواز میں صفدر کو حکم دیا۔
”بہت بہتر جناب۔“

”کوٹھی میں داخل ہونے سے پہلے ماسک لگا لینا۔ سب کو تاکید کر دو۔“

”بہت بہتر جناب۔“ صفدر نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کیا پھر حیدر منٹ
بعد سیکرٹ سروس کے تمام ممبرس کوٹھی میں موجود تھے۔ خود بلیک زیرو ایکسٹو کی حیثیت سے ان لوگوں کو احکامات
دے رہا تھا۔ اور توہم و غیرت کے منہ بکڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ یہاں بھی عمران کو سب پر فوقیت حاصل تھی وہ پہلے ہی
ایکسٹو کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ ایکسٹو کے حکم سے ان تمام بے ہوش آدمیوں کو کس دیا گیا اور اٹھا کر دیکن
میں ڈال لیا گیا ایکسٹو اور عمران کوٹھی کی تلاش میں لیتے رہے۔ وہاں سے انہیں بہت سی کام کی چیزیں
میں جن سے ان لوگوں کے مشن پر تھوڑی سی روشنی پڑی۔ عمران کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں بہر صورت تھوڑی
دیر بعد وہ غار رخ ہو گئے اور پھر وہ وہاں سے خاموشی سے نکل آئے عمران نے ویگن کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا
اور ویگن دانش منزل کی طرف چل پڑی۔



سر سلطان کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ عمران ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے سر سلطان کو پوری
تفصیل سنا دی، اور سر سلطان کے ہوش کم ہو گئے تھے۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھ پھر کر دن اٹھا کر بولے پھر
اب کیا کر رہے عمران؟

”ان غاروں کو فوج کے ذریعہ گھیر کر ان سب کو گرفتار بھی کیا جاسکتا ہے لیکن میں اس آبدوز کے چکر میں ہوں ہیں
میں بھی واپس نہیں جانے دوں گا۔ عمران بولا۔“

”لیکن سونا وہاں ٹرانسفر نہ ہو جائے۔“
”قطعاً نہیں۔ وہ نہ صرف اس سونے کو ادھر ادھر کر سکیں گے بلکہ اب وہ کوئی نئی حرکت بھی نہ کر سکیں گے میں
ن کو اس وقت تک الجھائے رکھوں گا جب تک پورا مشن ختم نہ ہو جائے اور ان کی آبدوز کو آگے آنے کا موقع نہ مل جائے۔
عمران نے جواب دیا۔“ پہلے اس سسٹم میں بحریہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ آپ ایک منصوبہ درخواست کریں کہ جس وقت مجھے
بحریہ کی ضرورت پڑے فوراً میری مدد کی جائے۔“

”مطمئن رہو صرف مجھے اطلاع دیدینا ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا۔“ سر سلطان نے یقین دہانی کی۔
میں آج شام تک ٹاکو کی طرف چل دوں گا! اسلئے اجازت دیجئے! عمران نے کہا اور سر سلطان سے رخصت
ہو کر باہر نکلا آیا چند منٹ کے بعد ٹیسٹیریز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

قیدیوں کی ٹہری کے ایک خاص سیکشن کے سپر وکر دیا گیا تھا۔ یکایک انتہائی رازداری سے ہو گیا تھا۔ یوں بھی ٹہری میں
ایکسٹو کا کافی اثر و رسوخ تھا اور بہت سے ٹہری آفیسر اس سے عقیدت رکھتے تھے۔ چھوڑی دیر کے بعد اسے ایک پبلک بوتھ
کے سامنے کاربوکی۔ اور اتر کر بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اسے ایک نمبر ڈائل کیا اور سیوریہ کان سے لگا لیا۔
”یس“ دوسری طرف سے بلیک زیریہ کی آواز سنائی دی۔

”کیا پوزیشن ہے؟“

”کام بن گیا ہے جناب۔“

”ٹھیک ہے ان لوگوں کو اطلاع دے دی۔“

”جی ہاں۔ وہ پہنچ گئے، ہوئے گئے۔“

”اوکے۔ عمران نے فون بند کر دیا اور پھر ٹیسٹیریز آبیٹھا۔ ٹیسٹیریز رفتاری سے چل پڑی اور اس کی دوسری منزل
دانش منزل تھی۔ اس وقت ایکس ٹو کے تمام ماتحت موجود تھے۔ ایکسٹو نے ایک خاص حکم کے تحت انہیں یہاں جمع کیا
تھا۔ اور اب انہیں ایکس ٹو کی دوسری کال کا انتظار تھا۔ چند منٹ کے بعد عمران بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا۔

”ظاہر ہے آپکے بغیر کہاں کو رہا ہو سکتا تھا! تنویر نے کہا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اسکی بات میں کچھ
کا اظہار نہیں کیا تھا اس لئے اسنے کوئی دوسرا جملہ نہ کہا۔
”کھانا پک گیا ہے“ عمران نے پوچھا۔

”بس دسترخوان بچھنے والا ہے۔ صدیقی ہنس کر بولا۔

”ویسے آج کل تم ایکس ٹو کے بہت قریب ہو رہے ہو؟ جو لیاتے بھی عمران کو دیکھتے ہوئے
کہا“

”جو کسی کے قریب ہوتے ہیں۔ وہ بڑے بد نصیب ہوتے ہیں“ عمران منہ بسور کر بولا۔ اور چند
لوگ مسکرانے لگے لیکن فوراً ہی ان کی توجہ اس سے ہٹ کر اس بڑے بڑے انٹیمیٹر کی طرف ہو گئی جس
ایکس ٹو دانش منزل میں انہیں مخاطب کیا کرتا تھا۔
”ہیلو۔! ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یس سر! جو لیاتے انٹیمیٹر کے قریب پہنچ کر بولی۔

”کیا سب لوگ پہنچ گئے جو لیاتے“

”عمران بھی ہے“

”جی ہاں“

”ٹھیک ہے! اچھا دوستو! تمہیں ایک دلچسپ ہم پر روانہ ہونا ہے بلکہ زیر و بھرائی ہوئی
آواز میں بولا۔ اور وہ سب چونک پڑے۔ ”تمہیں حسب معمول عمران کی سرکردگی میں کام کرنا ہے۔ میں یہاں
پر یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے عمران کو مکمل اختیارات سونپ دیئے ہیں اور ہر فرد کو اس
کے ایک ایک حکم کی تعمیل کرنی ہوگی چاہے وہ غلط ہو یا درست۔ اگر کسی شخص کو کوئی اعتراض ہے تو ابھی
اجازت ہے وہ اپنی روانگی کینسل کر سکتا ہے یا اپنا اعتراض بیان کر سکتا ہے۔ یہاں سے

روانہ ہونے کے بعد عمران سے عدم تعاون جرم قرار دیا جائے گا یہ جملے کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس بار نہایت خطرناک مجرم سے واسطہ پڑے اور اسکے خلاف جو کاروائی کی جائے گی۔ وہ بھی انوکھی ہوگی اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوگا؛ ایکس ٹو خاموش ہو گیا۔ دوسرے سب لوگ بھی خاموش تھے۔ ویسے تذکرہ کا منہ کچھ بگڑ گیا تھا۔ اسے عمران سے اذی بر تھا۔ لیکن بعد میں منہ کی کھانی پڑتی تھی۔ بہر حال وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

”اس کا مطلب ہے کسی کو اعتراض نہیں ہے“

”ٹھا ہر ہے جناب! آپ کی بات پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے“ جولیانے جواب دیا۔
 ”شکریہ دوستو! ایکس ٹو نے کہا اور پھر وہ عمران کو مخاطب کر کے بولا ”تم تمام کو حسب ضرورت انجام دو گے عمران ضرورت کے مطابق ہر ذمہ اٹھا سکتے ہو۔ میں نے اگر ضرورت سمجھی تو وہیں ٹاگوں پر تم سے ملاقات کروں گا“

”بہتر ہے“ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر میں جلتا ہوا سرخ بلب آن ہو گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر جولیانے عمران کی طرف مخاطب ہو کر بولی ”کیا کرتا ہے؟“
 ”براہ کرم سنجیدہ رہو۔ تمہاری یہ باتیں ہی دوسروں کو تم سے الجھنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اور ایکس ٹو کی نظروں میں تمہارا جو مقام ہے۔ وہ ہم سب کو معلوم ہے“

”ارے بس آؤ بنا تا ہے۔ عمران جھلائے ہوئے انداز میں لا۔ پھر کہنے لگا۔ ہمیں ٹریگ ہل چلنا ہے۔ وہاں سے ٹاگوں کیلئے اسٹیمر ملے گا۔ تم سب لوگ تیار ہو جاؤ اور شام کو پوائنٹ پارک کے قریب مل جاؤ۔ وہاں سے ہم ٹریگ ہل چلیں گے!“
 ”شام کو کس وقت؟“ جولیانے پوچھا۔
 ”ٹھیک چھ بجے!“

”نکلا ہرے آپکے بغیر کہاں کو رہا ہو سکتا تھا! تو میرے کہا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اسکی بات میں کٹ کا اظہار نہیں کیا تھا اس لئے اسنے کوئی دوسرا جملہ نہ کہا۔
”کھانا پک گیا ہے“ عمران نے پوچھا۔

”بس دسترخوان بچھنے والا ہے۔ صدیقی منس کر بولا۔

”ویسے آج کل تم ایکس ٹو کے بہت قریب ہو رہے ہو؟ بھولیاتے بھی عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”جو کسی کے قریب ہوتے ہیں۔ وہ بڑے بد نصیب ہوتے ہیں“ عمران منہ بسور کر بولا۔ اور چند لوگ مسکرانے لگے لیکن فوراً ہی ان کی توجہ اس سے ہٹ کر اس بڑے بڑے ٹرانسمیٹر کی طرف ہو گئی جس پر ایکس ٹو وائٹ منبرل میں انہیں مخاطب کیا کرتا تھا۔
”ہیلو۔! ایکس ٹو کی پھرانی ہوئی آواز سنائی دی۔
”یس سر! بھولیاتے ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ کر بولی۔
”کیا سب لوگ پہنچ گئے بھولیاتے“
”عمران بھی ہے“

”جی ہاں“

”ٹھیک ہے! اچھا دوستو! تمہیں ایک دلچسپ مہم پر روانہ ہوتا ہے بلکہ زیر و بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور وہ سب چونک پڑے۔ ”تمہیں حسب معمول عمران کی سرکردگی میں کام کرنا ہے یہی بیان پر یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے عمران کو مکمل اختیارات سونپ دیئے ہیں اور ہر فرد کو اس کے ایک ایک حکم کا تعمیل کرنی ہوگی چاہے وہ غلط ہو یا درست۔ اگر کسی شخص کو کوئی اعتراض ہے تو ابھی اجازت ہے وہ اپنی روانگی کینسل کر سکتا ہے یا اپنا اعتراض بیان کر سکتا ہے۔ یہاں سے

روانہ ہونے کے بعد عمران سے عدم تعاون جرم قرار دیا جائے گا یہ جملے کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس بار نہایت خطرناک مجرم سے واسطہ پڑے اور اسکے خلاف جو کاروائی کی جائے گی۔ وہ بھی انوکھی ہوگی اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوگا؛ ایکس ٹو خاموش ہو گیا۔ دوسرے سب لوگ بھی خاموش تھے۔ ویسے تنذیر کا منہ کچھ بگڑ گیا تھا۔ اسے عمران سے اذلی بریتھا لیکن بعد میں منہ کی کھانی پڑتی تھی۔ بہر حال وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

”اس کا مطلب ہے کسی کو اعتراض نہیں ہے۔“

”ظاہر ہے جناب! آپ کی بات پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“ جولیانا نے جواب دیا۔
 ”شکریہ دوستو! ایکس ٹو نے کہا اور پھر وہ عمران کو مخاطب کر کے بولا: ”تم تمام کو حسب ضرورت انجام دو گے عمران ضرورت کے مطابق ہند اٹھا سکتے ہو۔ میں نے اگر ضرورت سمجھی تو وہیں ٹاگوں پر تم سے ملاقات کروں گا۔“

”بہتر ہے“ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر ڈائریکٹر میں جلتا ہوا سرخ بلب آن ہو گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر جولیانا عمران کی طرف مخاطب ہو کر بولی: ”کیا کرنا ہے؟“
 ”براہ کرم سنجیدہ رہو۔ تمہاری یہ باتیں ہی دوسروں کو تم سے الجھنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ایکس ٹو کی نظروں میں تمہارا جو مقام ہے۔ وہ ہم سب کو معلوم ہے۔“

”ارے بس آؤ بنا تا ہے۔ عمران جھلائے ہوئے انداز میں لا۔ پھر کہنے لگا۔ ہمیں ڈریگے چلنا ہے۔ وہاں سے ٹاگو کیلئے اسٹیمر ملے گا۔ تم سب لوگ تیار ہو جاؤ اور شام کو لوپائنٹ کے قریب مل جاؤ۔ وہاں سے ہم ڈریگے بل چلیں گے!“
 ”شام کو کس وقت؟“ جولیانا نے پوچھا۔
 ”ٹھیک چھ بجے!“

”بہتر ہے۔ ہم لوگوں کو کوئی خاص انتظام کرنا ہے۔“
 ”لیکن تمام انتظام مکمل ہے۔ بس تم لوگ وہاں ٹیکسیوں وغیرہ سے پہنچ جاؤ۔“
 ”اوکے۔ اور کچھ۔؟“

”نہیں۔ بس کافی ہے۔ عمران نے جواب دیا۔ اور وہاں سے اٹھ گیا۔ دوسرے لوگ بھی ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکل آئے۔

اور پھر اس دن شام کو وہ سب پوائنٹ پارک کے سامنے موجود تھے۔ چھ بجنے میں صرف دس منٹ تھے۔ اور وہ سب عمران کے منتظر تھے۔ سب کے ذہن خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ خاموش تھے۔ انہیں اس ہم کی نوعیت کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ اور زیادہ الجھے ہوئے تھے۔ اس بارے میں کچھ نہ بتانے کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ ایکس ٹو انہیں عمران کے اشاروں پر چلا بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک آدھ ماٹحت کے علاوہ کسی کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ٹھیک چھ بجے انہوں نے ایک بڑی ویگن پارک کی طرف آتے دیکھی اور وہ سنبھل گئے۔ سب کی نگاہیں وہیں لگی ہوئی تھیں۔ ویگن ان کے قریب پہنچ کر رک گئی اور عمران اس سے نیچے اتر آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک بوڑھا سا آدمی تھا۔ جو بلیک زیرو کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

”آؤ دوستو! عمران نے ان سب سے کہا اور وہ سب خاموشی سے ویگن کی طرف بڑھ گئے۔ عمران بوڑھے کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ویگن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اس کا رخ ایک ویران سی سڑک کی طرف تھا۔ جو ساحل سمندر کی طرف جاتی تھی۔ ٹریک ہل ایک ویران ساحل تھا۔ جہاں سے زیادہ تر اسمگلنگ وغیرہ ہوتی

تھی۔ اکثر اسمگر یہیں سے گرفتار ہوتے تھے۔ حکومت نے وہاں ایک چوکی ضرور بنا دی تھی۔ لیکن اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ دین دوڑتی رہی اور وہ ٹریک ہل کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ایک مخصوص حصے میں پہنچ کر وہیں رک گئی اور عمران نے ان سب کو نیچے اترنے کے لئے کہا وہ سب خاموشی سے نیچے اتر آئے۔ تنویر متحیر نظروں سے اس بوڑھے کو گھور رہا تھا۔ لیکن اور کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ٹھیک ہے اب ہم چلے جائیں گے۔ عمران نے بوڑھے ڈرائیور سے کہا۔ اور وہ واپس مڑ کر چل دیا۔

”آؤ۔ عمران ایک طرف بڑھ گیا۔ اور وہ سب اسکے پیچھے پیچھے چل پڑے۔“
 ”کیا تم سے گفتگو کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔؟“ تنویر نے راستے میں عمران سے پوچھا

”اجازت ہے!“ عمران نے جواب دیا۔
 ”کیا یہ بوڑھا اطمینان کا آدمی ہے یہ ہمارا راز تو نہ کھول دے گا؟“
 عمران مسکراتے لگا۔ پھر بولا۔ وہ ایکس لٹھا۔

”ایکس لٹو“ ان سب کے منہ سے نکلا اور پھر جیسے ان سب کو سانپ سونگھ گیا۔ اس کے بعد کوئی کچھ نہ بولا تھا۔ عمران انہیں لے کر ایک پہاڑی کے عقب میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک شاندار اسٹیمر کھڑا ہوا تھا۔ وہ سب اسٹیمر پر سوار ہو گئے اور عمران نے اس کا اسٹیمرنگ سنبھال لیا۔ چند منٹ کے بعد وہ سمندر کے سینے پر دوڑ رہا تھا۔ کوئی کچھ نہ بول رہا تھا۔ سب ہی اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ ایکس لٹو خود انہیں یہاں تک پھوٹے آ یا تھا۔ وہ عمران سے کس قدر قریب تھا۔ وہ اب اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ اور انہیں یقین تھا کہ عمران ایکس لٹو

کی شخصیت سے بھی فرور واقف ہو گا۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ اس سے اتنا قریب ہوتے ہوئے اس کے بارے میں نہ جانتا ہو۔ اسٹیمر سمندر میں دوڑتا رہا۔ عمران نے جو لیا کو کافی کے ایک بڑے تھر موس کی طرف متوجہ کیا۔ جو اسٹیمر میں موجود تھا۔ اور جو لیا سب کو کافی سے معذور کرنے لگی۔

رات کے گیارہ بجے وہ سب جزیرے پر اتر رہے تھے۔



گھٹیا قسم کا ہوٹل تھا۔ جہاں زیادہ تر ماہی گیر اور اسمگلر قسم کے لوگ رہائش کرتے تھے۔ جزیرے میں چند ہی ہوٹل تھے۔ لیکن ان میں اسٹینڈرڈ کا کوئی ہوٹل نہیں تھا۔ اس لئے اچھے لوگ بھی مجبوراً ادھر ہی آتے تھے۔ عمران اور صفدر ہوٹل میں داخل ہوئے لیکن وہ اچھے کہاں نظر آ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر جواریوں جیسے بند گلے کے سوٹر تھے۔ گلے میں رومال بندھے ہوئے تھے۔ اور چہرے بے حد خطرناک نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں ایک میز کی طرف بڑھ گئے اور پاؤں ادھر ادھر پھیلا کر ایک دم بیٹھ گئے۔ "کون سے ہیں" صفدر نے ایک طاؤز آنکھ ہال میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اس طویل القامت کو نہیں دیکھ رہے۔ کونے کی ایک میز پر بیٹھا ہوا ہے؟"

"یہاں آنے کے لئے۔ ایسے ہی حلقے کی ضرورت تھی" عمران نے کہا اور پھر بولا: "اس کے پیچھے والی میز پر اس کے چار ساتھی ہیں۔"

"ادھ آپ نے بہت جلد ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

"ظاہر ہے میں نے تین دن جزیرے میں جھک نہیں ماری ہے۔ عمران کے جواب دیا صفدر

کچھ نہ بولا۔ اس وقت عمران نے ٹریگوس کے ساتھیوں سے ایک کو اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ صفدر سے آہستہ سے بولا، "ہوشیار!" اوکے۔ صفدر نے جواب دیا۔ طویل القامت کا ساتھی ان کے قریب سے گزرا اور عمران کی ٹانگ چل گئی۔ وہ بری طرح اوندھے منہ گرا تھا۔ لیکن عمران کی حرکت اس کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھ سکا تھا۔ وہ خوشخوار انداز میں اٹھا اور عمران بے ڈھنگے انداز میں ہنسنے لگا تھا۔ دوسرے چند آدمی بھی قہقہے مارنے لگے تھے۔ وہ شخص آہستہ آہستہ عمران کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا دیا۔ لیکن عمران نے پھر اس سے اس کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا اور اس کا سر میز سے جالگا۔ عمران نے دوسرے ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور پھر ایک گھونسلہ جبر دیا۔ وہ شخص ایک دوسری میز پر جا پڑا۔ اور میز چائے کی پیمائش سمیت الٹ گئی۔ میز پر بیٹھے ہوئے لوگ اچیل کر کھڑے ہو گئے۔ اور وہ آدمی ان کی میز پر پڑا۔ پھر اس شخص نے سنبھل کر عمران پر جھڑکیا۔ لیکن عمران کا دوسرا گھونسلہ اسے اور دور لے گیا۔ لیکن اسی وقت بیک وقت چار آدمیوں نے عمران پر حملہ کر دیا۔ اور صفدر بھی ہنگامے شامل ہو گیا۔ لوگ تیزی سے میزوں سے اٹھنے لگے۔ ایک خطرناک ہنگامہ شروع ہو گیا۔ اس وقت طویل القامت ان کے قریب پہنچ گیا۔ رک جاؤ۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ رک گئے۔ "کیا بات ہے؟"

"کیا یہ سب تمہارے گدھے میں؟" عمران نے پوچھا۔

"بھاگ جاؤ۔ ورنہ زندگی بھر دھو بیٹھو گے۔ طویل القامت بولا۔

"تم سب گدھے ہو، غمغیمہ زانے کے انداز میں بولا۔

"بھاگ جاؤ۔ طویل القامت مت حق پھاڑ کر بولا۔ اس نے ایک گھونسلہ اپنے سا رکھی ہوئی میز پر مارا۔ اور میز پر سے دو ٹکڑے ہو گئی۔ صفدر اس کی طاقت پر عشر

کرنے لگا۔

”اچھے شعبیدہ باز ہو۔ عمران مسکرایا۔ لیکن میں تم جیسے شعبیدہ بازوں کے سر پر صبح شام پانچ پانچ جوتے مارتا ہوں۔“ طویل القامت نے برق رفتاری سے ٹوٹی ہوئی میز کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور عمران کے سر پر دے مارا۔ لیکن ٹکڑا زمین پر پڑا تھا اور اس کی کڑھیں بکھر گئیں۔ عمران نے ایک طرف ہٹ کر اپنا جوتا اتار لیا تھا۔ اور پھر وہاں موجود لوگوں نے طویل القامت کی مرمت ہوتے دیکھی۔ عمران نے اس پر جوتے برمانے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھی عمران کی طرف متوجہ تھے۔ اور صفر عمران کے اشارے پر آہستہ سے باہر نکل گیا تھا۔ عمران نے پانچ جوتے پورے کئے اور پھرتی سے ایک زینے پر چڑھ کر بولا۔ اب پانچ جوتے اس وقت تک تمہاری قسمت میں لکھے گئے ہیں جب تک تم یہاں موجود ہو۔ اسے یاد رکھنا۔ پھر طویل القامت کے تمام ساتھی زینے کی طرف دوڑے۔ لیکن عمران نے دو پھلانگوں میں اوپر چڑھ گیا تھا۔ اور پھر اسے زینے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور ایک کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ کھڑکی سے نیچے کو دنا زیادہ دشوار نہ تھا۔ اور وہ صفد کے ساتھ ایک گلی میں گھس گیا۔ بوٹل میں اب بھی ہنگامہ ہو رہا تھا۔ شاید طویل القامت اور اس کے ساتھی بوٹل کو کھنڈر بنانے پر متل گئے تھے۔

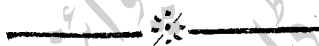


اسی شام جزیرے کی پولیس دو بد معاشوں کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ جنہوں نے چند شریف آدمیوں کی بے عزتی کی تھی۔ لیکن وہ اس چھوٹے سے جزیرے میں ان کا کوئی سراغ نہ لگا سکی۔ اور اسی دن شام کو پانچ بجے ایک اور واقعہ پیش آگیا۔ وہی شریف آدمی ایک بھرے پرے بازائے سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی ان میں سے اس کے پاس پہنچ گیا جو طویل القامت تھا۔ اور اس نے پاؤں سے جوتا اتار کر اس کے سر پر پانچ جوتے لگائے

اور غائب ہو گیا۔ لیکن اس شریف آدمی نے اس بارے میں پولیس کو کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اس آدمی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن دوسرے دن بیس خطرناک آدمی شکاری کتوں کی طرح ان دونوں بد مذہب کی تلاش میں لگ گئے۔ یہ وان ٹریگوے کے آدمی تھے جو غاروں میں موجود رہتے۔ اور وہ شریف آدمی ٹریگوے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے ایسے حالات سے شاید پہلی مرتبہ واسطہ پڑا تھا۔ اور وہ کسی زخمی سانڈ کی طرح پھنکارتا پھرتا تھا۔ نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ کسی قیمت پر ان دونوں بد معاشوں کا سراغ لگائیں۔ اور انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کریں۔ اور اس کے آدمی سب کچھ بھول کر اس کام پر لگ گئے تھے۔ ٹھیک ایک بجے وان ٹریگوے ایک ہوٹل میں داخل ہوا۔ وہ بھی اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے بے چین تھا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی ان کے بیٹھتے ہی ویٹر ان کے سر پر مسلط ہو گیا۔

ٹریگوے کے ساتھی نے ویٹر کو ہلکا پھلکا آکر ڈر دیا۔ اور ویٹر ادب سے گہرے جھکا کر چلا گیا۔ لیکن چند منٹ کے بعد ایک دوسرا ویٹر ایک ٹرے لئے ہوئے واپس آیا۔ ٹریگوے کے قریب پہنچ گیا۔ ٹرے پر ایک سرلوپشس پڑا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے پر ہر کھ دی۔ اور پیچھے ہٹ گیا۔ "کپڑا ہٹاؤ" ٹریگوے کے ساتھی نے کہا۔ اور ویٹر نے کپڑا ہٹایا۔ لیکن ٹرے میں ایک پھٹا ہوا جوتا رکھا تھا۔ "دن کا ناشتہ دوست! اور اس نے کہا۔ اور پھر اس نے جوتا اٹھا کر اس صفائی سے ٹریگوے کے سر پر پانچ لگا کر ٹریگوے اور اس کا ساتھی دیکھتے رہ گئے۔ اور جتنی دیر میں وہ سنبھلتے ویٹر چلا گیا کہ دروازے سے باہر نکل گیا۔

زبردست ہنگامہ برپا ہو گیا۔ چاروں طرف سے لوگ اس کی طرف دوڑے تھے لیکن وہ تو پھلا وہ تھا۔ ٹریگوے اپنے ہی دانتوں سے اپنی بوٹیاں کاٹنے لگا۔ دن کا واقعہ تو یہ تھا۔ لیکن شام کا واقعہ اس طرح سے پیش آیا۔ یہ واقعہ بھی وان ٹریگوے کے ساتھ ہی پیش آیا تھا۔ وہ اپنے پانچ آدمیوں کے ساتھ ایک جنرل اسٹور سے نکل رہا تھا کہ ایک جوتا اس کے سر پر آگیا۔ اور وہ سب چونک پڑے۔ ٹریگوے کے ساتھی چاروں طرف دوڑ پڑے لیکن ایک دوسرا چھٹا ٹریگوے کے منہ پر پڑا اور اس نے ایک دم پستول نکال لیا۔ اور پھر وہ بے تحاشہ ٹرنگ کرنے لگا۔ چاروں طرف جھگڑا مچ گئی تھی۔ کئی آدمی زخمی بھی ہو گئے تھے۔ بہر حال ٹریگوے کو پانچ جوتے کھانے پڑے اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے نکل جانا ہی بہتر سمجھا۔ جوتے مارنے والے کا کہیں پتہ نہ چلا تھا۔



وہ قطعی روپوش ہو گیا ہے عمران صاحب۔ اس نے اسی میں عافیت سمجھی ورنہ خواہ مخواہ وہ بے نقاب ہو جاتا۔ ویسے پولیس اسی دن سے اس کی تلاش میں ہے۔ جب سے اس نے فائرنگ کی تھی۔ صدفہ عمران سے کہہ رہا تھا: ”مجھے علم ہے“ عمران بولا: ”بہر صورت جوہان کو آج ہی دربارہ حکومت روانہ کر دو“ اور صدفہ نے کہا: ”اوہ۔ خیریت! صدفہ نے کہا۔“

بحری مشق ختم ہو گئی ہے۔ اور اب سمندر خالی ہے۔ وہ لوگ یقیناً اپنی کارروائی کریں گے۔ عمران کہنے لگا۔ پھر وہ اسے مختصر تفصیل بتانے لگا۔ ”بہتر ہے“ پھر میرے لئے کیا حکم ہے صدفہ نے پوچھا۔

چوہان کو یہی کہہ کر روانہ کر دو۔ وہ ایکس ٹو کو بھی اطلاع دے دے۔ اس کے بعد وہ خود کاروائی کر لے گا۔ عمران نے جواب دیا۔ وہ بلیک زیریو کو تفصیل بتا چکا ہے اور اسے ہدایت کرنا تھا کہ اس کی طرف سے اطلاع ملے ہی سرسلطان سے رابطہ قائم کرے۔

”بہتر ہے۔ میں چوہان کو ابھی روانہ کئے دیتا ہوں۔ کیا وہ اسٹیمر سے جائے گا؟“ ہاں یہی مناسب رہے گا۔ اس اسٹیمر کا قاعدہ لائسنس موجود ہے۔ وہ کسی بھی مصروف برتھ پر وہاں جاسکتا ہے۔ عمران نے جواب دیا اور پھر صفدر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اسی رات عمران اور صفدر جہیزیرے پر مشرقی پہاڑیوں میں بھٹک رہے تھے۔ جہاں وہ غار موجود تھے۔ عمران اس دوران ان غاروں کا اچھی طرح جائزہ لے چکا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ سونے کے غار کا جائزہ نہیں لے سکا تھا۔ اسی رات وہ یہی فیصلہ کر کے آیا تھا اور اس رات وہ دونوں غاروں میں بھٹک رہے تھے۔ بڑی خوفناک چیز تھی۔ اور صفدر کو بعض اوقات دقت محسوس ہوتے لگی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایک ویران غار میں داخل ہو رہے تھے۔ غار کا قی کشادہ تھا۔ لیکن اس میں داخل ہونے کے بعد انہیں عجیب سی گھبراہٹ سنائی دینے لگی تھی۔

”یہ کیا ہے؟ صفدر نے عمران کا شانہ دبا کر پوچھا۔

عمران خاموش ہی رہا۔ وہ تاریک غار میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کی نگاہ ایک چمکدار سی چیز پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ اس چمکدار چیز کے قریب پہنچ گئے تب انہیں پتہ چلا کہ وہ روشنی کی ایک نتھی سی کون ہے۔ جو دوسری طرف سے آ رہی ہے۔ لیکن ان پہاڑیوں میں روشنی عمران نے اس سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ جہاں سے روشنی آ رہی تھی۔ لیکن سوراخ بہت چھوٹا تھا۔ اس نے پستول کے دستے سے سوراخ

کو تھوڑا سا بڑا کیا۔ اور اسے دوسری طرف کا منظر صاف نظر آنے لگا۔ دوسری طرف شاید کوئی جھنڈی چل رہا تھا۔ جس سے بجلی پیدا کی جا رہی تھی۔ اور بجلی کی روشنی میں اس کو ایک غار نظر آیا۔ چند آدمی کام میں مصروف تھے۔ ایک بھٹی چل رہی تھی۔ اور وہاں پر کوئی میز ڈھالی جا رہی تھی۔ پھر عمران کو پٹیل کے بڑے بڑے ڈھیر بھی نظر آنے جن کی اینٹیں بنائی جا رہی تھیں۔ اور ان پر سونے کا پانی ہو رہا تھا۔ لیکن یقیناً یہی اینٹیں ان اسٹورز میں لے جانی جاتی ہوں گی! عمران نے کہا۔ اور وہ سونا بھی اسی غار میں ہونا چاہیے۔ لیکن وہ لوگ بڑے گدھے ہیں۔ انہوں نے اتنا قریبی غار اس طرح چھوڑ دیا۔ اس نے صدف کو اشارہ کیا۔ اور یہ منظر دیکھ کر صدف کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

”کمال ہے زبردست انتظام کیا ہے ان لوگوں نے! صدف کہنے لگا۔ اور عمران غار سے باہر نکل آیا۔ اور پھر وہ لوگ اس طرف بڑھنے لگے جہاں انہوں نے وہ چوڑی کی کار کھڑی کی تھی جس سے وہ یہاں تک آئے تھے۔ لیکن دفعتاً کوئی آہٹ سن کر چونک پڑا وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ لیکن آہٹ اس کے بعد نہ سنائی دی۔ اور وہ اسے وہم سمجھ کر اپنی جگہ سے نکل آئے۔ لیکن اسی وقت چند گولیاں ان کے دائیں بائیں سے نکل گئیں۔ اور انہوں نے ایک دم زمین پر چھلانگ لگا دی۔

”بڑھے آؤ!“ عمران پھپھکی کی طرح چاروں ہاتھ پاؤں پر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اور پھر وہ اس طرح کافی دور نکل آئے۔ ان کی کار یہاں سے دور نہیں تھی۔ لیکن کار کے پاس کوئی موجود تھا۔ اور یہ وان ٹریگوے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا: تم اس طرف سے گھوم کر کار کے قریب پہنچو! عمران نے کہا اور خود سیدھا

کھڑا ہو گیا۔ کون ہے؟ ٹریگوے دھاڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹاپرچ کی روشنی
 عمران کے چہرے پڑی۔ تم؟ ٹریگوے حیرت سے بولا۔ عمران اس میک اپ میں تھا۔
 جس میں اس نے ٹریگوے کو جوتے لگائے تھے۔

اوہ۔ تو تم مل ہی گئے۔ میں سخت پریشان تھا۔ میں جس بات کا عہد کر لیتا
 ہوں۔ اگر وہ پورا نہ ہو سکے تو مجھے بد ہضمی ہو جاتی ہے۔ کئی دن سے میں تمہارے
 لئے جوتے پکڑے میں تمہیں ہی تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ عمران بولا: اور پھر اچھل
 کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ٹریگوے کے سائینسر لگے ہوئے پستول سے ایک شعلہ
 نکلا تھا۔ لیکن عمران نے فائر خانی دے دیا۔ ٹریگوے نے لکاتا دو فائر کئے۔
 اور ان کا نتیجہ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اور پھر اس نے
 سنبھل کر بقیہ تین فائر بھی جونک دیئے۔ لیکن عمران کو صحیح و سالم دیکھ کر
 ساکت رہ گیا۔

”اب تم جوتے کھاؤ دوست!“ عمران بولا۔ اور پاؤں سے جوتا اتارنے
 لگا۔ لیکن ٹریگوے نے خوفناک انداز میں اس پر چھلانگ لگا دی۔ عمران نے نہ صرف
 اس کی چھلانگ سے خود کو بچایا۔ بلکہ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا جوتا ٹریگوے کے
 سر پر پڑا تھا۔ ٹریگوے بمشکل اپنے آپ کو زمین پر گرنے سے بچا سکا تھا۔ لیکن جب تک
 سنبھلتا اور دوسرا جوتا اس کے سر پر پڑا اور وہ دونوں دیوانے ہو گئے۔ ٹریگوے
 دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کو پکڑنے دوڑ رہا تھا۔ اور عمران اسے جوتے
 لگا رہا تھا۔

پانچ جوتے پورے ہوتے ہی صفدر کار اسٹارٹ کر کے اس کے قریب

پہنچ گیا۔ اور جیسے ہی کار عمران کے پاس پہنچی۔ عمران لپک کر اس میں بیٹھ گیا ٹریگو۔
کافی دور تک کار کے پیچھے دوڑتا آیا تھا۔



ٹریگوے کے ساتھیوں کے چہرے فق ہو گئے تھے۔ اور وہ گدھوں کی
طرح کام کر رہے تھے۔ ٹریگوے کے ہاتھ میں ہنٹر تھا اور وہ کئی کے جسموں
سے کھال ادھیڑ چکا تھا۔ ٹریگوے — ان دنوں بالکل دلیوانہ ہو گیا تھا۔ دوسری
بات یہ تھی کہ وہ ذرا سی بات پر کھانے کو دوڑ پڑتا تھا۔ اس کی وجہ شاید وہ
بے عزتی تھی۔ جو ایک معمولی سے آدمی کے ہاتھوں نصیب ہو رہی تھی۔ بہر حال
آج وہ مال آبدوز کو دے رہا تھا۔ اور اس کے ساتھی نال ٹریگوں پر لاد رہے
تھے۔ ٹریگوے نے نہ جانے کہاں سے دو ٹرک لے لئے تھے۔ اور اب ٹرک
سونے سے لد گئے تھے۔ صرف دو ایک بوڑھے باقی تھے۔ کام مکمل ہو جانے
کے بعد ٹریگوے بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ ان ٹریگوں پر سوار ہو گیا اور ٹرک
چل پڑے۔ جس ساحل پر انہیں جانا تھا وہ زیادہ دور نہیں تھا۔ چند منٹ کے
وہ وہاں پہنچ گئے اور پھر ٹریگوے ایک ٹرانسمیٹر پر آبدوز سے رابطہ قائم کرنے
لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد تار ایک سمندر پر ایک آبدوز ابھر آئی۔ اور پھر دو
بڑے اسٹیمر اس آبدوز سے باہر نکل کر ساحل کی طرف بڑھے۔ اور ان سے دس
آدمی ساحل پر اتر گئے۔ ٹریگوے گرجوشتی سے ان سے ہاتھ ملایا تھا۔
”ہمیں افسوس ہے مسٹر ٹریگوے، جنگی مشقوں کی وجہ سے آپ کو اتنا انتظار
کرنا پڑا۔“ ان میں سے ایک کہنے لگا۔

”آپ بھی مجبور تھے۔ مال موجود ہے فوراً ہی لے جانے کا انتظام کریں۔ یہاں میرے لئے زبردست خطرہ ہے۔“

”بہتر ہے۔ فوراً ہی مال لادنا شروع کر دیں!“ آبدوز سے آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔ اور ٹریگوے نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ بورے اٹھا کر وہ ساحل کی طرف جانے لگے۔ لیکن ابھی چند ہی بورے رکھے گئے تھے کہ

اچانک آبدوز سے آنے والوں کو ایک ٹرانسمیٹر پر پیغام ملا۔ پیغام سمندر کے درمیان کھڑی آبدوز سے ملا تھا۔ کوئی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
ہیلو۔ ہیلو۔ ایڈمرل۔ ہمیں چھ تباہ کن آبدوزوں نے گھیر لیا ہے۔
انہوں نے وارننگ دی ہے کہ ہم نے کوئی حرکت کی تو تباہ کر دیا جائے گا۔
اس کے علاوہ ان کے طیارے بھی نظر آ رہے ہیں۔ جو ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔

”ڈوب گئے۔ ایڈمرل کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر گر پڑا۔ اور اس وقت
ٹریگوے چونک پڑا۔ کئی طیارے نیچی پرواز کرتے ہوئے اس طرف آ رہے تھے۔
ان پر سرخ لائٹ پھینکی جا رہی تھی۔ اور آخری کسران ٹرکوں نے پوری کر دی جنہوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تھا۔

گویا بحری بری اور فضائی فوج نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تھا۔ اب تباہی یا خودکشی ایک ہی چیز تھی۔ اس لئے ٹریگوے کے تمام ساتھیوں نے مقابلے سے انکار کر دیا تھا۔ ٹریگوے نے ان میں سے دو کو اپنے ہاتھ سے گولی مار دی۔ اور پھر وہ دیوالوں کی طرح ساحل کی طرف دوڑنے لگا۔ دوسرے

اس کا مقصد نہ سمجھ سکے تھے۔ وہ تو اس وقت سمجھے جب ٹریگیوے آبدوز سے آنے والے اسٹیر سے بھاگا۔ وہ بچنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ طیارے بمباری کر کے اسے تباہ کر سکتے تھے۔

لیکن اسے اس کی خوش قسمتی ہی کہا جاسکتا تھا کہ کوئی اصلیت نہ سمجھ سکا تھا۔ بہر حال اس کے علاوہ تمام لوگ بغیر مقابلے کے گرفتار کر لئے گئے۔ آبدوز پر تباہ کن ٹریننگ کے لئے قبضہ کر لیا تھا۔

ملٹری نے سونے سے مددے ہوئے ٹرک اپنے قبضے میں کر لئے۔ اس کے علاوہ ان غاروں پر ملٹری نے فوراً قبضہ کر لیا۔ جہاں ان کے اسٹورز تھے۔ ٹریگیوے کے نکل بھاگنے کی اطلاع بہت دیر سے ملی۔



اس کا چہرہ انتہائی پر سکون تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر اس نے بل ادا کیا۔ اور چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اچھہرہ دیگن اسکو ارک کی کوٹھی غبر میں داخل ہو گیا۔

”جیگر! اس نے ورائڈے میں کھڑے ہو کر آواز لگائی۔ اور اندر ایک دم روشنی نظر آئی۔ پھر کسی نے دروازہ کھولا۔ وہ دان ٹریگیوے کا ساتھی جیگر تھا۔ لیکن عجیب حال میں اس کے چہرے پر پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ زخمی معلوم ہوتا تھا۔

”اوہ۔ تمہیں کیا ہوا۔ دان ٹریگیوے نے جلدی سے پوچھا۔ کیا پولیس

اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے تھے۔ اور ہیرہ شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔
آنکھیں عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس شکل میں وہ بہت
بھیانک نظر آ رہا تھا۔

”چلو معاف کیا۔“ عمران ہنس کر بولا۔ تم سے کچھ گفتگو کرنی
ہے۔ اس نے اپنے چہرے سے وہ میک اپ بھی مٹا دیا اور ٹریگوے
اچھل پڑا۔

”تم — تم —“
”ہاں۔ ٹریگوے۔ تم نے اس سازش کے لئے غلط ملک کا
انتخاب کیا تھا۔ یہ میرا ملک ہے۔ یہاں تم جیسے لوگ کبھی کامیاب نہیں
ہوتے۔ تم نے یہاں بہت چالیں چلیں لیکن سب ناکام ہو گئیں۔
عمران اسے کچا چمٹھا سنانے لگا۔ اور ٹریگوے ہونٹوں پر
زبان پھیرتا

”تم کون ہو؟ ٹریگوے بولا۔

میں اس وقت سے تمہیں جانتا ہوں ٹریگوے جب تم نے ساڑھے
تین ہزار اتحادیوں سے مقابلہ کیا تھا۔ صرف ستر آدمیوں کے ساتھ
اور تمہارا سربم سے تباہ ہو چکا تھا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم
بہت طاقتور ہو۔ لیکن تمہارا سربم بے کار ہے۔ اگر اس کے پچھلے
حصے پر کوئی زوردار ضرب نگا دے تو تم آسانی سے قابو میں آ
سکتے ہو۔ اور۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے“

” لیکن۔ اب تم بھی نہ بچ سکو گے دوست ؟ ٹریگوے ۔
 زہر خند لہجے میں کہا۔ لکھو اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکے پیچھے
 کسی نے اس کے سر پر ایک دندار سید کر دیا۔ اور ٹریگوے
 خونناک پیچ سے کمرہ گونج اٹھا۔۔۔۔۔۔ بلیک زیرو لوہے
 کے دروازے پر کھڑا تھا۔

ٹریگوے کسی شہتیر کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا اور عمران
 طویل سانس لے کر بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔

ختم شد